ملتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلہ

ماہنامہ محدث
لاہور
پاکستان

394 | اگست 2024

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی حفظہ اللہ

2 دودھ بینک یا رضاعت سینٹر؟

5 شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری)

58 عید غدیر

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ

مجلس التحقیق الاسلامی
ISLAMIC RESEARCH COUNCIL
PAKISTAN

مجلس التحقیق الاسلامی

مِلّتِ اسلامیہ کا علمی اور اصلاحی مجلّہ

مُحدّث
لاہور پاکستان

مُدیرِ اعلیٰ
ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی ؒ

مُدیر منتظم
ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی

مُدیر
ڈاکٹر حافظ محمد زبیر

جلد 55 | اگست 2024ء / محرم الحرام ۱۴۴۵ھ | عدد 02

مجلس مشاورت

▪ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی ▪ مولانا ارشاد الحق اثری ▪ حافظ ثناء اللہ زاہدی ▪ حافظ عبدالعزیز علوی
▪ حافظ محمد شریف ▪ حافظ مسعود عالم ▪ ڈاکٹر حافظ محمد اسحاق زاہد ▪ حافظ محمد امین محمدی

فہرست مضامین

فکر و نظر — ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
دودھ بینک یا رضاعت سینٹر؟ — 2

عقائد اہل السنۃ — افادات: ڈاکٹر حافظ عبدالرحمن مدنی
شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری) — 5

اسلام اور مغرب — محمد احمد رضا
مغربی پروپیگنڈے کی کامیابی کا راز — 13

فقہ و اجتہاد
ہیومن ملک بینک کے قیام کی شرعی حیثیت — 16

فقہ و اجتہاد — محمد عمیر، ڈاکٹر خبیب
ملک بینک شریعت اور قانون کی نظر میں — 25

فقہ و اجتہاد — حافظ محمد طاہر
مساجد میں غیر مسلم کو اپنی عبادت کی اجازت دینے کا مسئلہ — 49

مدیر معاون
عبدالرحمن عزیز
0308-4131740

مینیجر
محمد اصغر
0305-4600861

زرسالانہ =/1200 روپے
فی شمارہ =/100 روپے

بیرون ملک
زرسالانہ =/50 ڈالر
فی شمارہ =/5 ڈالر

Monthly Muhaddis
A/c No: 984-8
UBL-Model Town
Bank Squre Market, Lahore.

دفتر کا پتہ
99 جے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700
042-35866396, 35866476
Email:
Mohaddislhr@gmail.com

Publisher:
Hafiz Abdur Rahman Madni
Printer:
Shirkat Printing Press, Lahore.

Islamic Research Council

محدث کتاب و سنت کی روشنی میں آزادانہ بحث و تحقیق کا حامی ہے۔ ادارہ کا مضمون نگار حضرات سے کُلّی اتفاق ضروری نہیں!

دودھ بینک یا رضاعت سینٹر؟

انسانی دودھ بینک سے مراد ایک ایسا ادارہ ہے جو ماؤں کے دودھ کو جمع کرتا ہے، اس کی جانچ پڑتال کرتا ہے اور اسے حرارتی تطہیر کے عمل (processing and pasteurizing) سے گزار کر ڈبے میں پیک کر کے تقسیم کرتا ہے۔ پہلے انسانی دودھ بینک کی بنیاد تھیوڈور اشیریش (Theodor Escherich) نے ۱۹۰۹ء میں آسٹریا میں رکھی۔ اشیریش کا تعلق یونیورسٹی آف ویانا سے تھا اور یہ وہاں بچوں کے امراض اور حفاظت کے امور (pediatrics) میں پروفیسر تھے۔ انہوں نے ۱۹۰۲ء سے لے کر ۱۹۱۱ء تک بچوں کی غذائیت (nutrition) کے مختلف ذرائع اور نوزائیدہ بچوں (neonates) پر ان کے اثرات کے موضوع پر تحقیق کی اور اس نتیجے تک پہنچے کہ ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں آنت کا بیکٹیریا، غذائیت کے دوسرے ذرائع سے پرورش پانے والے بیکٹیریا سے نمایاں طور مختلف تھا۔ اس کے اگلے ہی سال امریکہ میں بھی ایک ہسپتال میں انسانی دودھ بینک کی شاخ کھول لی گئی۔

۱۹۷۰ء کی دہائی میں بچوں کی غذائیت کے کمرشل فارمولاز کے مارکیٹ میں آنے کے سبب سے انسانی دودھ بینک نظر انداز ہوتے گئے کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں نے ہسپتالوں میں موجود نوزائیدہ بچوں کو فری میں یا بہت ہی سستے داموں دودھ فراہم کرنا شروع کر دیا تھا لیکن ۱۹۸۰ء میں ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن نے بچوں کے لیے ماں کے دودھ کی فراہمی کو اپنے ایجنڈے پر رکھا تو پھر دنیا کی اس طرف توجہ ہوئی۔ پچھلی کئی دہائیوں میں امریکہ، یورپ، جنوبی افریقہ، آسٹریلیا اور انڈیا میں ہزاروں کی تعداد میں انسانی دودھ کے بینکوں کی بنیاد رکھی گئی۔ ترقی یافتہ ممالک میں دودھ فراہم کرنے والی ماں کی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کے چھاتیوں کے ایکسرے کے علاوہ ہیپاٹائٹس، ایچ آئی وی (HIV) اور وی ڈی آر ایل (VDRL) کے ٹیسٹ بھی کروائے جاتے تھے۔

اب ملٹی نیشنل کمپنیوں نے بھی دودھ کے کمرشل فارمولاز کے علاوہ ہیومن مِلک بینکوں کی طرف توجہ دینا شروع کی ہے اور نیسلے نے انڈیا میں ۲۰۱۷ء میں تقریباً ۱۰۰۰ ہیومن مِلک بینکوں کی بنیاد رکھی تاکہ مارکیٹ کی ضرورت کو پورا کر سکیں۔ پس اس طرح انسانی دودھ کے جن بینکوں نے ساٹھ کی دہائی میں کیپٹلزم کی چھتری تلے سے نکلنا شروع کیا تھا وہ اکیسویں صدی میں دوبارہ اس کے تحت آنا شروع ہو گئے ہیں۔

حال ہی میں سندھ حکومت کے تحت سندھ انسٹی ٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ اینڈ نیونیٹولوجی نے کراچی میں ایک ہیومن ملک بینک قائم کیا۔ اس کا افتتاح سندھ کی وزیر صحت ڈاکٹر عذرا پیچوہو نے ۸ جون ۲۰۲۴ء کو کیا۔ اس مِلک بینک کے قیام کا مقصد یہ بتلایا گیا کہ جو بچے کسی وجہ سے ماں کا دودھ پینے سے محروم رہ جاتے ہیں تو وہ یہاں سے ماؤں کا دودھ حاصل کر سکتے ہیں۔ وزارت کی طرف سے میڈیا میں یہ دعوی بھی کیا گیا کہ اس دودھ بینک کا قیام شریعت کے مطابق ہے۔ اس پر ملک بھر میں اس حوالے سے ایک علمی بحث چھڑ گئی اور مختلف مکاتب فکر کے علماء نے اس کے عدم جواز کا فتوی جاری کیا۔ اس کے نتیجے میں حکومت سندھ نے اپنے فیصلے کو واپس لے لیا۔

رواں مجلے میں انسانی دودھ کی خرید وفروخت اور ان کے اداروں کے حوالے سے شرعی اور فقہی ابحاث کو شامل کیا گیا ہے کہ جس میں اس مسئلے کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا گیا ہے۔ قارئین ان ابحاث کو ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ انسانی دودھ کے بینکوں میں ممانعت اور حرمت کی اصل وجہ رضاعت کا مسئلہ ہے۔ جس طرح نکاح کی حرمتیں نسب سے ثابت ہوتی ہیں، اسی طرح رضاعت سے بھی ثابت ہوتی ہیں۔ جو رشتے نسب کے سبب سے حرام قرار پاتے ہیں، وہی رضاعت کے سبب سے بھی محرم بن جاتے ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض یہ پیدا ہوا کہ اس طرح کے اداروں کے قیام سے رضاعت کی حرمتیں پامال ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ادارے بچوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے قائم کیے جاتے ہیں اور خاص طور پر ان بچوں کی جو آٹھ ماہ سے پہلے پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کی مائیں انہیں دودھ نہیں پلا پاتیں۔

رضاعت کی عمر دو سال ہے یعنی دو سال کی عمر میں بچے کو دودھ پلانے سے رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ اس میں بعض فقہاء مثلاً احناف کے نزدیک محض ایک مرتبہ یا ایک گھونٹ دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے اور یہ فقہاء قرآن کے ظاہر کو دلیل بناتے ہیں جبکہ بعض فقہاء مثلاً شوافع کے نزدیک کم از کم پانچ مرتبہ دودھ پلانے سے حرمت ثابت ہوتی ہے۔ بہر حال ان دونوں میں سے کسی بھی قول کو لیا جائے تو ایک بچے کے لیے ایک علاقے میں موجود انسانی دودھ کے بینک سے جب دودھ لیا جائے گا اور مسلسل لیا جائے گا یعنی چھ آٹھ ماہ تک یا ایک ڈیڑھ سال تک تو اس میں غالب امکان یہی ہے کہ وہ بچہ ایک ہی خاتون کا دودھ پانچ مرتبہ پی لے۔ یا اگر بچے کے لیے ایک فیڈر دودھ خریدا گیا اور وہ فیڈر بچے نے پانچ مرتبہ میں ختم کیا تو اس سے بھی دوسرے قول کے مطابق بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

معاصر اہل علم میں انسانی دودھ بینکوں کے بارے تین موقف پائے جاتے ہیں؛ اکثر اہل علم کے نزدیک ان کا قیام کسی صورت جائز نہیں ہے جیسا کہ شیخ بن باز اور شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہما اللہ علیہما وغیرہ کے فتاویٰ ہیں۔

بعض اہل علم نے ان کے قیام کے جواز کا فتوی دیا ہے جیسا کہ شیخ یوسف القرضاوی ہیں۔ بعض اہل علم نے کچھ شروط کے ساتھ اس کی اجازت دی ہے جیسا کہ ڈاکٹر عمر الاشقر ہیں۔ حکومت سندھ کا کہنا بھی یہی تھا کہ ہم نے انسانی دودھ بینکوں کی اجازت کچھ شروط کے ساتھ دی تھی کہ جن میں یہ بھی شامل تھا کہ یہ ادارے دودھ ہدیہ کرنے والی ماں اور دودھ پینے والے بچے دونوں کا ریکارڈ محفوظ رکھیں گے اور رضاعت کا سرٹیفکیٹ بھی جاری کریں گے۔ بعض اہل علم کا کہنا یہ ہے کہ اگر دودھ ہدیہ کرنے والی ماں اور دودھ پینے والے بچے کا مکمل بائیوڈیٹا محفوظ ہو اور ساتھ میں وہ ادارہ ایک رضاعت سرٹیفکیٹ بھی جاری کر دے تو یہ جائز ہے۔ تاکید مزید کے لیے اس ادارے کی ویب سائیٹ پر بھی یہ رضاعت سرٹیفکیٹ اپ لوڈ ہوں اور نادرا کی ویب سائیٹ پر بھی یہ تمام ڈیٹا اپ لوڈ کر کے اسے پبلک کیا جائے۔

اس حوالے سے مزید بہتری کے لیے اگر حکومت نادرا کو مزید انوالو کر لے کہ وہ رضاعت سرٹیفکیٹ کی بنیاد پر ایک فیملی گروپ بنا کر اسے اپنے ڈیٹا میں محفوظ کر لے اور نکاح کے وقت اس ڈیٹا کو ویریفائی بھی کر لیا جائے کہ رضاعی بہن بھائیوں کے آپس میں نکاح نہ ہو سکیں تو شاید اس صورت میں اس میں حرج نہیں ہے۔ البتہ یہ کام ضرورت کے وقت کرنا چاہیے نہ کہ بلاوجہ اس کو رواج دینا چاہیے۔ مزید ان انسانی دودھ بینکوں کو رضاعت سینٹرز کا نام دیا جائے کہ جہاں اولین ترجیح یہ ہو کہ مائیں اجرت پر دودھ پلانے کے لیے موجود ہوں۔ ان سینٹرز میں ان ماؤں کا ڈیٹا بھی محفوظ کیا جا سکتا ہے جو ضرورت پڑنے پر دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں جس طرح کہ بعض آرگنائزیشنز بلڈ ڈونیشن کے لیے ڈونرز کا ڈیٹا جمع کر کے انہیں ضرورت پڑنے پر کال کر لیتے ہیں۔ یہ رضاعت سینٹرز ہسپتالوں میں ایک کمرہ میں بھی کھولے جا سکتے ہیں اور اس میں ہسپتال میں گائنی کے ڈیپارٹمنٹ میں موجود ماؤں کو بھی رضاکارانہ طور دودھ پلانے کے لیے رجسٹر کیا جا سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ ایک فاسق وفاجر عورت کا دودھ پینے سے اس کے اخلاق دودھ پینے والے بچے میں در آئیں گے تو یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ گائے بھینس کا دودھ پینے سے ان کی عادتیں انسان میں نہیں آ جاتیں۔ رہی یہ بات کہ ماں کے چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے کے اثرات زیادہ ہوتے ہیں تو اس سے انکار نہیں کہ اس سے بچے اور ماں میں ایک جذباتی تعلق پروان چڑھتا ہے جو ان ماں بیٹے کے باہمی حقوق کی ادائیگی میں ممدو معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ انسانی دودھ بینکوں کی حرمت کا سبب نہیں بن سکتا۔ حرمت کی اصل وجہ اور سبب رضاعت کا مسئلہ ہے۔ اگر اسے کسی طرح سے منظم کر لیا جائے تو انسانی دودھ بینک کے قیام میں سے حرمت کا سبب نکل جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (ڈاکٹر حافظ محمد زبیر)

شرح کتاب التوحید (صحیح بخاری) قسط(۵)

افادات: ڈاکٹر حافظ عبد الرحمن مدنی
ترتیب: حافظ عبد الرحمن عزیز

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾ [الجن: ۲۶]،
اللہ تعالیٰ کا ارشاد کہ "وہ غیب کا جاننے والا ہے اور اپنے غیب کو کسی پر نہیں کھولتا" کا بیان۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [لقمان: ۳۴]، ﴿اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ﴾ [النساء: ۱۶۶]،
اور "بے شک قیامت کا علم اللہ ہی کے پاس ہے" اور "اس نے قرآن کو اپنے علم کی بنا پر اتارا ہے۔"

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ﴾ [فاطر: ۱۱]
"اور جو بھی مادہ حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔"

﴿اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ [فصلت: ۴۷]
"قیامت کا علم اسی (اللہ ہی) کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔"

قَالَ يَحْيَى: ﴿الظَّاهِرُ﴾ [الحديد: ۳]: عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، ﴿وَالْبَاطِنُ﴾ [الحديد: ۳]: عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا.
"یحییٰ بن زیاد الفراء نے کہا: الظاہر اور الباطن کا معنی ہے کہ وہ ہر چیز پر علم کے اعتبار سے حاوی ہے اور باعتبار علم سب سے گہرائی رکھتا ہے۔"

اس باب میں امام بخاری اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت 'علم' اور اس کی وسعتیں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے وہ پانچ آیات، دو اسماء حسنی اور ایک حدیث لائے ہیں کہ اللہ کی یہ ذاتی صفات (ظاہر و باطن) وسعتِ علم پر دلیل ہیں جیسا کہ ذکر اور دعا کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سے مانگتے ہوئے زور دار انداز کے ساتھ یقین سے مانگو کہ اللہ پر کوئی چیز بھاری نہیں «فَإِنَّهُ لَا يَتَعَاظَمُ عَلَى اللهِ شَيْءٌ»[1]

---

۱ صحیح ابن حبان: ۳/ ۱۷۷

نیز حدیث قدسی: «أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي بِي»[1]میں اپنے بندے کے عقیدہ کے مطابق ان سے سلوک کرتا ہوں" یہ مفہوم توحید ربوبیت اور الوہیت دونوں کے پیش نظر ہے۔

اب ہم سب کی الگ الگ تشریح کرتے ہیں:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا﴾

"وہی غیب کا جاننے والا ہے سو کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا۔"

لغوی طور پر عالم کے معنی جاننے والا، الغیب کا معنی چھپی ہوئی چیز یعنی عالم الغیب کے معنی ہیں ذوی العقول مخلوق کی صلاحیتوں سے بالاتر اور مخفی چیزوں کو جاننے والا۔ ہم سے چھپی ہوئی ہر چیز کو بھی غیب کہہ دیتے ہیں۔ اور جو چیز ہمارے سامنے ہو، جس کا ہم مشاہدہ کر رہے ہوں، اسے حاضر اور شہادت کہتے ہیں۔ اگر غیب کا لفظ بطور اصطلاح استعمال ہو تو اس وقت غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جو انسانی صلاحیتوں سے ماوراء ہیں۔ اس لیے علماء کرام 'غیب' کی تعریف یہ کرتے ہیں کہ حواس (ظاہری اور باطنی) اور عقل سے ماوراء جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ غیب ہے اور جو چیز حواس ظاہر یہ یا باطنیہ، (وجدان و عقل) سے حاصل ہو، وہ غیب نہیں ہوتی۔

اعتراض اور اس کا جواب

آیت کے مذکورہ بالا حصے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی غیب کو جاننے والے ہیں اور کسی دوسرے شخص کو غیب کا علم عطا نہیں فرماتے لہٰذا فرشتوں اور نبیوں کو بھی علم غیب حاصل نہیں ہے البتہ ﴿اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ﴾ یعنی (وحی کے ذریعے) جو اللہ کا نمائندہ ہو اسے جتنا پسند فرمائیں، بتا دیتے ہیں۔ پس یہ کہنا درست ہے کہ رسولوں کو وحی کے ذریعے غیب کی (حسب حال) پسندیدہ باتیں بتائی جاتی ہیں۔

دراصل اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے انسان کو رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے، خصوصاً وہ چیزیں جنہیں ہم اللہ کی عطا کردہ صلاحیتوں (مشاہدہ اور عقل) سے سمجھ نہیں سکتے، یا ہم اجمالی طور پر کچھ چیزوں کا شعور حاصل کر لیتے ہیں لیکن ان کی تفصیلات کے لیے ہم علم وحی کے محتاج رہتے ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ذریعہ ہمیں ان پر مطلع کرتا رہتا ہے۔

حواس ظاہر یہ یا باطنیہ، (عقل و وجدان) سب انسانی صلاحتیں ہیں اور انسان کی تمام صلاحیتیں ناقص ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی کے تابع کیا ہے اور وحی کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے ساتھ مخصوص

---

1 صحیح بخاری: ۷۴۰۵، صحیح مسلم: ۲۶۷۵

کیاہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ تمام رسولوں کے پاس سارا علم غیب ہی کا ہوتا ہے بلکہ مذکورہ آیت میں مَنِ ارْتَضٰی کا لفظ استعمال کیا ہے کہ جسے اللہ جتنا دینا چاہے، کیونکہ رسول سے پہلے من تبعیضیہ استعمال کیا گیاہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر رسول کے پاس ہر طرح کا علم غیب نہیں ہوتا۔ہاں کسی رسول کو جتنا اور جیسا علم اللہ عطا کرنا چاہے تو عطا کر دیتا ہے۔

رسول فرشتہ بھی ہوتا ہے اور انسان بھی۔ فرشتوں پر اللہ تعالیٰ ان کی ذمہ داریوں سے متعلق یعنی تقدیر کا علم ظاہر کرتے ہیں جبکہ شریعت سے متعلقہ علم انسانوں میں سے رسولوں پر وحی فرماتے ہیں۔ اور دونوں کے پاس اتنا ہی علم ہوتا ہے جس قدر انہیں اللہ کی طرف سے بتایا جاتا ہے۔

مغازی ابن اسحاق میں ایک روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہوگئی، کوئی خبر نہیں مل رہی تھی، تو زید بن صلت مشہور کافر کہنے لگا: محمد خود کو نبی کہتے ہیں اور تمہیں آسمان کی خبریں دیتے ہیں، جبکہ زمین پر اپنی اونٹنی کی انہیں خبر نہیں ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ رَجُلًا يَقُولُ كَذَا وَكَذَا وَإِنِّي وَ اللهِ لَا أَعْلَمُ إِلَّا مَا عَلَّمَنِي اللهُ وَقَدْ دَلَّنِي اللهُ عَلَيْهَا وَهِيَ فِي شِعْبِ كَذَا قَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ »[1]

"فلاں آدمی نے ایسا ایسا کہا ہے، اللہ کی قسم میں صرف وہی جانتا ہوں جو مجھے اللہ بتاتا ہے۔ اور تحقیق اس نے ابھی مجھے خبر دی ہے کہ میری اونٹنی فلاں گھاٹی میں ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔"

جب لوگ وہاں گئے تو ویسا ہی پایا جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی تھی۔ اس سے یہی معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے پاس مطلق علم غیب نہیں ہوتا۔

وحی کے ذریعے بالعموم شریعت سے متعلق علم نازل کیا جاتا ہے جبکہ نظام کائنات اور تقدیر سے تعلق رکھنے والی چیزوں کا علم چونکہ ہمارے متعلق نہیں ہے لہٰذا وہ ہمیں نہیں بتایا گیا، مثلاً قیامت کے قائم ہونے، حساب و کتاب اور جنت و جہنم کا تعلق چونکہ ایمان بالغیب سے ہے، اس لیے ان کا کچھ قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ لیکن قیامت کب وقوع پذیر ہوگی؟ اس کا تعلق چونکہ نظام کائنات سے ہے لہٰذا اس کا علم اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہ فرشتوں کو ہے اور نہ انبیاء علیہم السلام کے پاس۔

حدیث جبریل میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے ایمان، اسلام اور احسان کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ہر سوال کا جواب دیا۔ پھر جبرئیلؑ نے پوچھا قیامت کب

---

1 فتح الباری: ١٤/ ٣١١، ٣١٠

آئے گی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« ما المسئول عنها بأعلم من السائل »[1]

”قیامت کے متعلق جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔“

گویا آپ ﷺ اور جبریل علیہ السلام دونوں کو اس کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

ہمارے پاس وحی دو شکلوں میں موجود ہے، ایک قرآن کی شکل میں الفاظ الٰہی اور حدیث کی صورت میں مراد الٰہی۔ قرآن مجید میں جس مسئلے کے متعلق اجمالی باتیں ہوتی ہیں، اس کی تفصیلی وضاحت حدیث میں ہوتی ہے مثلاً اوقات نماز قرآن مجید میں اس قدر واضح نہیں ہیں جس قدر ہمیں ضرورت ہے۔ احادیث میں نہ صرف اوقات واضح کیے گئے بلکہ اقامت صلاۃ کی ہر طرح کی تفصیلات بیان کی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے حدیث کا انکار یا اس سے استفادہ نہیں کیا ان کے لیے نماز کے اوقات تو کجا نمازوں کی تعداد بھی اختلافی مسئلہ بن گیا۔ چنانچہ منکرین حدیث کے کئی گروہ ہیں، ہر ایک نے اپنے اپنے فہم کے مطابق اوقاتِ نماز طے کرنے کی کوشش کی، لیکن اتفاق نہیں ہو سکا۔

﴿أَنزَلَهُۥ بِعِلْمِهِۦ﴾ [النساء: ١٦٦]

”اس نے جو کچھ آپ کی طرف اتارا ہے اپنے ذاتی علم کی بنا پر اتارا ہے۔“

اس آیت میں بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی طرف جو وحی کی جاتی ہے، اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے یعنی وحی اللہ کا ذاتی علم ہوتا ہے۔ جب وحی کو تسلیم کیا جائے تو اللہ کی صفت علم کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

﴿الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ کی مزید تشریح

نیز قرآن میں موجود دو اسماء حسنیٰ 'الظاهر، الباطن' سے بھی اللہ کے علم پر استدلال کیا گیا ہے۔ ثبوت کے لیے امام بخاری نے لغت اور گرامر کے امام یحییٰ [بن زیاد الفراء] کا قول نقل کیا ہے:

قَالَ يَحْيَى: ﴿الظَّاهِرُ﴾ [الحديد:٣]: عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ، ﴿وَالْبَاطِنُ﴾ [الحديد:٣]: عَلَى كُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا.

”یحییٰ [بن زیاد الفراء، امام النحو] نے کہا: 'الظاهر' اور 'الباطن' کا معنی ہے ہر چیز پر علم کے اعتبار سے حاوی اور باعتبار علم ہر ایک سے زیادہ گہرائی رکھنے والا۔“

---

1 صحيح بخاری: ٥٠

یعنی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ الظَّاهِرُ اور البَاطِنُ میں اللہ سے اوپر نیچے نہ کچھ مخفی ہے اور نہ بھاری (مشکل)

٧٣٧٩- حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلاَلٍ، حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ دِينَارٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: «مَفَاتِيحُ الغَيْبِ خَمْسٌ، لاَ يَعْلَمُهَا إِلَّا اللهُ: لاَ يَعْلَمُ مَا تَغِيضُ الأَرْحَامُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَا فِي غَدٍ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى يَأْتِي المَطَرُ أَحَدٌ إِلَّا اللهُ، وَلاَ تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ إِلَّا اللهُ، وَلاَ يَعْلَمُ مَتَى تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا اللهُ»

"ہمیں خالد بن مخلد نے بیان کیا کہ سلیمان بن بلال نے بیان کیا کہ مجھے عبد اللہ بن دینار نے بتایا، کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: غیب کی پانچ چابیاں ہیں' جنہیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ رحم مادر میں کیا ہے' اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا' اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ بارش کب آئے گی۔ اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس جگہ کوئی مرے گا اور اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب قائم ہوگی۔"

لطائف الاسناد

مذکورہ روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے دو اسناد سے ذکر کیا ہے، پہلے [حدیث:٤٧٧٨] میں مختصراً ذکر کیا تھا اور یہاں تفصیلاً۔ اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ سلیمان بن بلال حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ اس سند میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور صحابی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ یعنی یہ بخاری کی عالی ترین سند ہے جسے 'ثلاثیات بخاری' کہتے ہیں۔

شرح الحدیث

مذکورہ حدیث میں پانچ چیزوں کو غیب کی چابیاں قرار دیا گیا ہے، یعنی ان چیزوں سے متعلق حتمی اور تفصیلی علم اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ ان پانچ چیزوں کا تذکرہ قرآن کریم کی سورۃ لقمان کے آخر میں ہے۔ فرق یہ ہے کہ حدیث میں عام طور پر قرآنی بیان سے کچھ اضافہ ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴾ [لقمان: ٣٤]

"اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے۔ اور وہی حاملہ کے پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا۔ اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے

موت آئے گی۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا ہے خبر دار ہے۔"

اگرچہ حدیث میں پانچوں چیزوں کو ایک ہی انداز سے بیان کیا گیا ہے، جبکہ قرآن مجید کا انداز دیکھیں تو ان پانچوں باتوں کے حوالے سے الگ الگ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے بعض چیزیں ایسی ہیں کہ انسان ان کے بارے میں بالکل لاعلم ہوتا ہے اور بعض چیزوں کے آثار سے انسان کچھ نہ کچھ اندازہ لگالیتا ہے، اگرچہ حتمی بات پھر بھی نہیں کہی جاسکتی۔ جن چیزوں کا بالکل اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ان میں اولین چیز قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا علم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

① ﴿إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾

"قیامت کی گھڑی کا علم ہے صرف اللہ کے پاس ہے۔"

یہاں ساعۃ کا معنی طے شدہ گھڑی ہے۔ یہ لفظ دو معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے، موت اور قیامت۔

قرآن مجید میں بھی یہ لفظ دونوں معانی میں استعمال ہوا ہے لیکن یہاں اس سے مراد قیامت ہے کیونکہ موت کا ذکر اسی آیت میں آگے الگ بھی آرہا ہے۔ موت اور قیامت دونوں کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، اسی لیے نبی اکرم ﷺ سے جب جبرئیل علیہ السلام نے سوال کیا کہ قیامت کب آنی ہے؟، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« ما المسئول عنها بأعلم من السائل»

"جس سے پوچھا جارہا ہے وہ سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا"

قرآن مجید میں اگرچہ خبر ہی کا انداز اختیار کیا گیا ہے، لیکن ایسے جملے میں تقدیم و تأخیر سے حصر کا معنی پیدا ہوجاتا ہے جیسا کہ لغت کا اصول ہے:(ان تقديم ساحقه التأخير بفيد الحصر)"جملہ میں مؤخر لفظ کے مقدم ہونے سے حصر کا فائدہ ہوتا ہے۔"

لہٰذا مذکورہ جملے کا معنی صرف یہ نہیں ہے کہ اللہ کو قیامت کا علم ہے، بلکہ اس کا مکمل معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔

② ﴿وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ﴾

"اور وہی بارش نازل کرتا ہے۔"

یہاں انداز بدل گیا ہے۔ اگرچہ اس میں بھی تاحال بہت کچھ غیب ہے کہ آپ حتمی طور پر نہیں جان سکتے کہ بارش کب اور کتنی ہوگی؟ لیکن عام طور پر موسمی آثار سے اندازہ لگالیا جاتا ہے کہ فلاں وقت بارش ہوگی۔ محکمہ موسمیات کے اندازے ہوتے ہیں، حتمی کچھ نہیں۔ میں چھ سال مرکزی رؤیت ہلال کمیٹی میں رہا ہوں تو

موسمیات والے ہمارے ساتھ ہوتے تھے ان کے اندازے کئی دفعہ غلط ثابت ہوتے تھے، لیکن بعض دفعہ درست بھی ہوتے ہیں۔

③ ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ [لقمان: ٣٤]

"اور وہ جانتا ہے جو رحموں میں ہے۔"

قرآن مجید نے یہاں جنین کے علم کی نفی کے لئے حصر کی بجائے خبر کا انداز اختیار کیا ہے کیونکہ طبی ماہرین کے بھی کچھ اندازے درست ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَى وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ﴾[فصلت: ٤٧]

"اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔"

قرآن میں یہ بھی ہے کہ پیدائش اور موت کا علم اللہ کی طرف لوٹا دیا جائے۔ کوئی پھل اپنے گابھے سے نہیں نکلتا اور کوئی مونث حاملہ نہیں ہوتی ہے اور کوئی مونث وضع حمل سے نہیں گزرتی مگر اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثَى وَمَا تَغِيضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ ۞﴾

[الرعد: ٨]

"اللہ ہی اس بچے سے واقف ہے جو مادہ کے پیٹ میں ہوتا ہے اور وہی پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی واقف ہے اور ہر چیز کا اسکے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔"

حدیث میں رحم کے اندر جنین کی بعض خاص صورتوں کا بیان ہے جیسا کہ قرآن مجید میں جنین کی کمی اور بیشی دونوں کا ذکر ہے یعنی حدیث کے مطابق اللہ عزوجل کو جنین کی کمی بیشی کا علم ہے۔ پوری دنیا میں ایک لمحے کے اندر لاکھوں بچے پیدا ہوتے ہیں اور لاکھوں لوگ مرتے بھی ہیں، اللہ کو ان سب کا علم ہے۔

④ ﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ﴾

"اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی۔"

پوری آیت میں قیامت کے علاوہ ان دو چیزوں کے بارے میں لفظوں میں بھی حصر کا انداز ہے، کہ تقدیم وتاخیر سے حصر بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ان تین چیزوں سے متعلق انسان کے علم کی کلّی نفی کی گئی ہے کیونکہ ان کی بابت کوئی ایسی ظاہری علامت نہیں ہوتی جس سے انسان حتمی اندازہ لگا سکے۔

مذکورہ آیت اور حدیث میں بیان کردہ چیزوں میں سے دو کے متعلق لوگ زیادہ پریشان ہوتے ہیں، ایک بارش کا وقت، دوسرا رحم مادر میں بچے کے احوال۔ آج کل ہر ملک میں محکمہ موسمیات ہے، جو مشاہدے اور تجربے کی بنیاد پر قبل از وقت غیر حتمی بارش کا وقت، جگہ، نوعیت اور حجم بتا دیتے ہیں۔ اسی طرح ماہرین طب الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کے ذریعے رحم میں موجود بچے کے حجم اور جنس وغیرہ کے متعلق کچھ جان لیتے ہیں۔ بلکہ آج کل تو لیزر کے ذریعے ماں کے پیٹ میں بچے کا آپریشن تک کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بارش کے حوالے سے بعض ایسی علامات رکھی ہیں، جن سے حیوانات اور پرندے بھی اندازہ لگا لیتے ہیں کہ بارش ہونی ہے۔ اسی طرح دیہاتوں وغیرہ میں جہاں کسانوں کا موسموں سے گہرا تعلق ہوتا ہے، وہ بھی ہوا کے انداز اور رخ سے بارش کا اندازہ لگا لیتے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ یہ محض اندازے ہیں، اسے حتمی علم نہیں کہا جا سکتا، علم صرف ٹھوس اور یقینی امر کو ہی کہتے ہیں۔

الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کے ذریعے رحم میں موجود بچے کے چند احوال کا علم ہوتا ہے، حتیٰ کہ جب بچہ مکمل ہو جاتا ہے، تب اس کے متعلق مزید علم حاصل ہوتا ہے۔ بچے کے حقیقی اور مکمل شکل میں آنے سے قبل الٹرا ساؤنڈ زیادہ نہیں بتاتا۔ اور بچے کے مکمل ہونے کے بعد بھی صرف بچے کا سائز، وزن، دل کی دھڑکن اور کسی حد تک جنس معلوم ہوتی ہے، جبکہ ان کے معلوم ہونے میں بھی بعض اوقات کوتاہی رہ جاتی ہے اور بچے کے باطنی معاملات کے متعلق تو اللہ کے سوا کسی کو کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔ آج کل سائنس اور فلسفہ کے ماہرین 'روح' کے انکاری ہیں حالانکہ زندگی 'روح' کی مرہون منت ہے اور لادین سائنس صرف مشاہدہ اور تجربہ کی قائل ہے۔ غور کریں تو قرآن نے بچے کے حوالے سے فرمایا:

﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ﴾ [لقمان: ٣٤]

"وہ جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے۔"

لفظ "ما" ہر چھوٹی بڑی چیز کے لیے بولا جاتا ہے، جبکہ لفظ "من" صرف ذوی العقول یعنی اللہ، فرشتے، جن اور انسان (نر) کے لیے بولا جاتا ہے۔ یوں سمجھیں کہ "مَن" کا لفظ تب بولا جاتا ہے جب وہ عقلمند انسان بن جاتا ہے، اس سے پہلے پوری کائنات "مَا" ہوتی ہے، چاہے نطفہ ہی کیوں نہ ہو۔ آیت میں لفظ "ما" استعمال ہوا ہے، لفظ "من" استعمال نہیں ہوا۔ یعنی اللہ حمل ٹھہرنے کے دن سے بلکہ حمل ٹھہرنے سے بھی پہلے سب کچھ جانتا ہے۔ اس لیے الٹرا ساؤنڈ وغیرہ کے ذریعے کچھ جان لینا قرآنی دعویٰ کے خلاف نہیں۔

مغربی پروپیگنڈے کی کامیابی کا راز

مِلک بینک کے متعلق جاری حالیہ بحث کے تناظر میں

محمد احمد رضا[1]

مغربی پروپیگنڈے کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ انہوں نے جن بنیادوں پر اپنا بیانیہ اٹھانا ہوتا ہے ان بنیادوں کی شجر کاری پہلے سے ہی اپنے پروپیگنڈا کے ذریعے ہر ذہن میں کر چکے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بنیادیں (Universal Truth) یا مسلمہ حقائق کے طور پر تسلیم کر لی جاتی ہیں، اس کے بعد جب وہ بیانیہ لاتے ہیں تو مسلمان مفکرین عام طور پر ان کی بنیادوں کو چیلنج نہیں کرتے کیوں بنیادوں کو وہ مسلمہ حقائق کے طور پر قبول کر چکے ہوتے ہیں اس لیے وہ اس بیانیے کے شرعی، اخلاقی و سماجی مسائل پر سوچ و بچار کرتے اور انہی کے متعلق جواب دیتے ہیں، یہی حربہ استشراقی فکر سالوں سے استعمال کرتی چلی آ رہی ہے۔

مثلاً مِلک بینک سے متعلق جاری حالیہ بحث میں اس بیانیہ کی بنیاد درج ذیل مقدمات پر رکھی گئی:

1. پاکستان میں ہر سال اڑھائی تین لاکھ شیر خوار بچے دودھ نہ ملنے کی وجہ سے فوت ہو جاتے ہیں۔
2. ان کی ماؤں میں ان کے لیے دودھ کی ضرورت پوری کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی۔
3. اس لیے مِلک بینک کا قیام اس وقت کی بہت بڑی انسانی 'ضرورت' ہے۔
4. شریعت اسلامیہ میں "ضرورت" کی بنیاد پر بہت سے ممنوعات کو بھی جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اس میں سوشل میڈیائی تحریروں میں ہر کس و ناکس نے اپنا حصہ ڈالا، اینکروں نے اچھل اچھل کر فتوے پر تنقید کی، مدافعین نے ان کو جواب دینے کی کوشش کی، لیکن کوئی تحریر میری نظر سے ایسی نہیں گزری جس میں ان مقدمات کو چیلنج کیا گیا ہو، بلکہ بالعموم اس بیانئے کی بنیادیں مسلمہ طور پر قبول کی گئیں، آیئے اب ان مقدمات پر باری باری غور کرتے ہیں:

---

1 استنبول، ترکیا

پہلا مقدمہ: ہر سال پاکستان میں اڑھائی تین لاکھ بچے شیر خوارگی میں فوت ہو جاتے ہیں، سوال یہ ہے کہ یہ اعداد و شمار کہاں سے حاصل کیے گئے ہیں؟ مثلاً میں پاکستان کے ایک شہر کا باسی ہوں، ایک محلے میں رہتا ہوں، ایک خاندان سے وابستہ ہوں، میں اسی معاشرے کا ایک حصہ ہوں، میں اس مقدمے کو اپنے حالیہ تناظر میں دیکھتا ہوں، میرے گھر میں کسی بچے کی وفات اس بناء پر نہیں ہوئی، میرے بہن بھائیوں، چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد اور خاندان کے قرب وجوار کے گھروں میں کسی بچے کی وفات اس بناء پر نہیں ہوئی، محلے میں بھی کوئی ایسی خبر نہیں ملی، شہر بھر کی خبریں مجھے حاصل نہیں ہوتیں لیکن شہر کے بڑے ہسپتالوں کا ڈیٹا حاصل کیا جاسکتا ہے کہ کتنے بچوں کی وفات اس بنیاد پر ہوئی، لیکن پھر بھی یہ تعداد میرے مطابق درست نظر نہیں آتی، ممکن ہے کوئی کہے کہ تھر اور صحرائی علاقوں میں جہاں ماؤں کے لیے درست غذا کا انتظام نہیں ہوتا وہاں ان اموات کی کثرت ہوتی ہو! لیکن پھر میرا یہ سوال ہے کہ جو ادارے خود کہتے ہیں کہ بچے کم ہونے چاہییں، پیدائش کو کنٹرول کرنے کے جائز وناجائز طریقے جھونپڑی جھونپڑی جاکر تلقین کرتے ہیں ان کے لیے سالانہ تین لاکھ بچوں کی وفات تو اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہونا چاہیے!!! صحیح بات یہ ہے کہ یہ اعداد وشمار چیلنج ہونے چاہئیں اور غیر جانبدار سروے کے بغیر ان کو قبول نہیں کیا جانا چاہیے۔

دوسرا مقدمہ: کیوں یہ کوشش نہیں کی جارہی کہ ان شیر خوار بچوں کی ماؤں کے لیے دورانِ حمل اچھی غذا پہنچانے کا اہتمام کیا جائے، جس حاملہ کے پاس اچھی غذا کی گنجائش نہ ہو اس کے لیے ادارہ بنایا جائے، وہ اس ادارے میں جاکر درخواست دے اور اچھی غذا حاصل کرے، تاکہ وہ زچہ وبچہ دونوں کی صحت کی بھی ضامن ہو بلکہ ولادت کے دوران اور اس کے بعد ماں کی تکالیف کو بھی کم کرسکے اور اس کے دودھ میں اضافے کا باعث بھی بنے، ایسے ہی ولادت کے بعد ان ماؤں کے علاج اور دواء کی کوشش کی جائے جو بچے کی ضرورت کے مطابق دودھ پیدا نہیں کرسکتیں، اس میں ماں اور بچے دونوں کا فائدہ ہے بنسبت مِلک بینک کے جس میں صرف بچے کے فائدے کو ملحوظ رکھا جارہا ہے۔

تیسرا اور چوتھا مقدمہ: 'ضرورت' اصولِ فقہ کی ایک خاص اصطلاح ہے، جس کے ثابت ہونے کی کچھ شروط ہیں، سادہ لفظوں میں اس کو اضطراری حالت کہا جاسکتا ہے، یہ درست ہے کہ اضطراری حالت میں بہت سے حرام بھی جائز ہو جاتے ہیں لیکن اس ضرورت کے ثبوت کا پراسیس اتنا آسان نہیں جتنا پاکستان میں قانون دان طبقے نے سیاسی مسائل میں 'نظریہ ضرورت' کے عنوان کے تحت بے جا فائدہ اٹھایا اور اب مغربی پروپیگنڈہ فائدہ

اٹھا رہا ہے۔

راقم کی اس تحریر کی بنیادی فکر یہ ہے کہ ہمیشہ کسی بھی بیانیے کے اساسی مقدمات کو چیلنج کیا جائے، اگر یہ مقدمات واقعی ثابت ہو جائیں تو اس کے بعد اس کے قیام کے نتیجے میں متوقع شرعی، سماجی اور اخلاقی مسائل کے حل کے بارے میں سوچا جائے، لیکن اگر بنیادی مقدماتِ فکر ہی درست ثابت نہ ہوں تو جان لیجئے کہ 'بہانے' اور 'نشانے' میں فرق ہے۔

امریکہ سے آئے ہوئے ایک مفکر سے بات کرتے ہوئے یہ بات سامنے آئی کہ 'مِلک بینک' ان کا ہدف نہیں ہے، اس کے بعد 'سپرم بینک' بنائے جائیں گے، اس کے بعد 'ہیومن ایگ بینک' بنائے جائیں گے، اس کے بعد ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعے 'لیب فرٹیلیٹی' سے کام لیا جائے گا، 'جینڈر سلیکشن' کے پراسیس کے ذریعے خواہش مند شخص کو لڑکا یا لڑکی جو چاہیے وہ حسبِ منشاء اس کا تعین کر سکے گا، 'سیروگیسی' کے عنوان سے غریب خواتین کے رحم کرائے پر لیے جائیں گے، اور ایسے میں کوئی بھی کسی بھی نکاح جیسی شرعی واخلاقی قید کے بغیر بچے پیدا بھی کر سکے گا اور پہلے سے قائم کردہ 'مِلک بینک' کے ذریعے ان کے لیے شیر مادر کا بندوبست بھی ہو سکے گا، مستقبل میں ایسے بچوں کی زندگی اپنی لیب کی پیدائش کے اخراجات اٹھانے والے پیرنٹ کے 'غلام' یا 'باندی' سے زیادہ نہیں ہو گی، اور وہ پیرنٹ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا اس کی کوئی ضمانت نہیں ہو گی، اس طرح ہزار دو ہزار ڈالر کی لاگت سے تیسری دنیا میں 'نئی غلامی' کی بنیاد رکھی جائے گی، باقی رہا 'خاندانی نظام' تو مکمل ماڈرن ازم کی راہ میں وہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے، اسی کو ختم کرنا بنیادی ہدف ہے۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ سب خیالات کی حد تک ہے، مغرب میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے، کچھ دن قبل ہی امریکہ میں ایک مسلمان لڑکی نے صرف ماں باپ سے لڑائی کی بناء پر اپنا 'ایگ' کسی غیر مسلم خواہش مند کو چند ہزار ڈالر میں فروخت کیا ہے۔ اسی طرح سپرم بینک، ایگ بینک، سیروگیسی وغیرہ کے تصورات پر عمل ہو رہا ہے۔

اگر اس تناظر میں آپ غور وفکر کریں گے تو سمجھ آئے گا کیوں سوشل میڈیا پر ہر اینکر کو یہ پریشانی کھائے جا رہی ہے کہ ایک فتوے کی بنیاد پر یہ کاروائی کیوں روک دی گئی؟ کیوں یونیسیف کو پاکستان میں شیر خوار بچوں کی وفات پر اتنی بے چینی ہو رہی ہے اور غزہ میں جہاں سب سے زیادہ بچے اور خواتین روزانہ بموں کا سامنا کر رہے ہیں، ان کی ان اموات پر کسی کے پیٹ میں درد کیوں نہیں اٹھتا:

پیتے ہیں لہو، اور دیتے ہیں تعلیمِ مساوات

ہیومن ملک بینک کے قیام کی شرعی حیثیت

(علماء فتویٰ کونسل پاکستان)

پچھلے دنوں کراچی میں حکومتِ سندھ نے یونیسیف (UNICEF) کے تعاون سے پاکستان میں پہلا ہیومن ملک بینک کا آغاز کیا، تو مسلم معاشرے میں ایک بھونچال سا آگیا، دیندار طبقے نے اس حوالے سے علماء کرام سے راہنمائی کا مطالبہ کیا۔ بعض علماء کرام نے انفرادی طور پر اور بعض فتویٰ کے اداروں اور کونسلز (جن میں علماء کرام کی جماعت اجتماعی طور پر فتویٰ دیتی ہے) نے مسئلہ کی اہمیت اور حالات کی نزاکت کے پیش نظر مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا اور اپنے فتاویٰ جاری کیے۔ ایسے ہی اداروں میں ایک ''علماء فتویٰ کونسل پاکستان'' ہے، جس میں کسی خالص فقہی مسلک کی نمائندگی کی بجائے براہِ راست قرآن وسنت سے مسئلہ اخذ کرنے کی روایت ہے۔ اس فتویٰ میں نہ صرف شریعت کے احکام واضح کیے گئے ہیں بلکہ جواز کے قائلین کے سوالات واعتراضات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں [ادارہ محدث]

سوال

پچھلے دنوں پاکستان میں 'ہیومن ملک بینک' کے نام سے ماؤں کا دودھ اکٹھا کرنے کا ایک سلسلہ سامنے آیا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبي بعده، أما بعد!

سب سے پہلے تو یاد رکھیں کہ شریعتِ اسلامیہ میں دیگر حلال وحرام کے مسائل کی طرح رضاعت کا مسئلہ بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ یہ محض دودھ پینے پلانے کی بات نہیں ہے، اس پر باقاعدہ شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ رضاعت سے باقاعدہ اسی طرح حلت و حرمت ثابت ہوتی ہے جس طرح نسبی اور خونی رشتوں سے ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآنِ کریم میں اس کی صراحت ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمۡ أُمَّهَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُمۡ وَعَمَّـٰتُكُمۡ وَخَٰلَٰتُكُمۡ وَبَنَاتُ ٱلۡأَخِ وَبَنَاتُ ٱلۡأُخۡتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِيٓ أَرۡضَعۡنَكُمۡ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ﴾ [النساء: ٢٣]

یعنی جس طرح تمہارے نسبی رشتوں سے ماں، بیٹیاں، بہنیں تم پر حرام ہیں، اسی طرح تمہاری رضاعی مائیں اور بہنیں بھی تم پر حرام ہیں۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ»[1]

"رضاعت سے بھی وہی حرمت حاصل ہوتی ہے، جو نسب سے ہوتی ہے۔"

نبی کریم ﷺ کو کہا گیا کہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے شادی کرلیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّهَا لا تَحِلُّ لِي، إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرَّضَاعَةِ، وَيَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ ما يَحْرُمُ مِنَ الرَّحِمِ»[2]

"وہ میرے لیے حلال نہیں، کیونکہ وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے، رضاعت کے سبب وہ تمام رشتے حرام ہوتے ہیں جو رشتے رحم (اور خون) کے سبب حرام ہوتے ہیں۔"

کیونکہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور آپ ﷺ نے ایک ہی خاتون کا دودھ پیا تھا۔

اسی طرح سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے ام یعقوب بنت ابی اہاب بن عزیز سے شادی کی، لیکن ایک سیاہ فام عورت نے کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ سیدنا عقبہ یہ مسئلہ لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ رشتہ کیسے قائم رہ سکتا ہے جب رضاعت کی بات کر دی گئی ہے۔ چنانچہ عقبہ نے ام یعقوب سے علیحدگی اختیار کرلی اور اس خاتون نے کہیں اور شادی کی[3]۔

اس کے علاوہ اور کئی ایک واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ رضاعت ہونے یا نہ ہونے سے شرعی احکامات میں کس قدر فرق پڑتا ہے۔

لہذا ایک مسلمان کو ان مسائل کو اس طرح نہیں لینا چاہیے، جس طرح کہ غیر مسلم یا آزاد خیال لوگ دیکھتے ہیں۔ کیونکہ جن کے نزدیک مرد و عورت کے تعلقات میں حلال و حرام کی کوئی تمیز نہیں، تو وہ دودھ پینے پلانے میں یہ تکلف کیوں کریں گے؟

جبکہ رضاعت سے حرمت کا ثبوت مسلمانوں کے ہاں ایک اجماعی اور متفق علیہ مسئلہ ہے، جس سے قرابت

---

۱ صحيح مسلم: ١٤٤٥

۲ صحيح مسلم: ١٤٤٧

۳ صحيح بخاري: ٢٦٤٠

داری اور حلت وحرمت کے ثبوت میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں ہے[1]۔

ہیومن مِلک بینک کا قیام اسلامی تعلیمات و قوانین کے ہم آہنگ نہیں، اس بات کو درج ذیل نکات میں واضح کیا جاسکتا ہے:

① مِلک بینک کے قیام سے رضاعت اور اس سے ثابت ہونے والے شرعی احکام متاثر ہوں گے، رشتوں اور قرابت داریوں سے متعلق انسان کم از کم شک و شبہ کا ضرور شکار ہو گا۔ لہذا ہر وہ چیز جو شرعی احکام کے تعطل کا باعث بنے یا انسان کو اس حوالے سے شکوک وشبہات کا شکار کرے، اس سے گریز لازمی ہے۔

② بچے کا براہ راست ماں کی چھاتی سے دودھ پینے کے ساتھ بچے اور ماں کی صحت کے کئی ایک مسائل جڑے ہوئے ہیں، مِلک بینکس کی وجہ سے ماں اور بچہ دونوں صحت کے حوالے سے کئی مفاسد کا شکار ہوں گے۔

③ عالم اسلام میں عرصہ دراز سے شیر خوار بچوں کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے رضاعت کا جو سلسلہ رائج ہے، اس کی موجودگی میں ایسے معاشروں سے ایک نیا سسٹم لے کر آنا، جن کا اپنا خاندانی نظام تباہ ہو چکا ہو، اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔

مِلک بنک کے جواز کے لیے بعض مصالح اور ضروریات کا ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ اصول یہ ہے کہ الضرر لا یزال بالضرر اور درء المفاسد أولى من جلب المصالح یعنی کسی ایک نقصان کو ختم کرنے کے لیے مزید نقصان کرنا درست نہیں، اسی طرح جہاں مصالح و مفاسد کا ٹکراؤ ہو، وہاں مزید سہولیات اور مصالح حاصل کرنے کے لیے نئے مفاسد کا دروازہ کھولنا جائز نہیں ہے۔

بعض احادیث و آثار سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ مرضعہ کے دودھ کا باقاعدہ بچے کی طبیعت پر اثر ہوتا ہے، اسی وجہ سے اہل علم نے مرضعہ کے انتخاب میں احتیاط کا حکم دیا ہے اور ایسی عورتوں سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے جن کی عادات واطوار اور حرکات درست نہ ہوں۔[2]

جبکہ مِلک بنک میں عملاً کوئی ایسی صورت نہیں ہوتی کہ عورتوں اور ان کے دودھ میں فرق کیا جاسکے۔

عالمی افتاء کمیٹیوں کے فتاوی

ہمارے ہاں جسے 'مدرز ملک بینک' یا 'ہیومن ملک بینک' کہا جاتا ہے، عربی میں اسے بنك حليب

---

۱ الإجماع: ۸۲، الأوسط ۸/ ۵٤۸ لابن المنذر

۲ السنن الكبير للبيهقي ١٦/ ٤٤، المغني لابن قدامة ١١/ ٣٤٦

الأمہات کہا جاتا ہے۔ جس پر مجمع الفقہ الاسلامی میں تفصیلی گفتگو ہوئی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم اسلام میں عرصہ دراز سے شیر خوار بچوں کی غذائی ضروریات پوری کرنے کے لیے رضاعت کا جو سلسلہ رائج ہے، وہ بہترین ہے، مسلمانوں کو مدرز ملک بنکس جیسے مغربی اقدامات کی قطعاً کوئی حاجت نہیں ہے۔ لہٰذا اسلامی ممالک میں اس پر پابندی عائد کی جائے۔[1]

لجنۃ دائمہ سعودی عرب نے بھی اس کے حرام اور ناجائز ہونے کا فتوی جاری کیا ہے۔[2]

شیخ ابن عثیمین، شیخ بکر ابوزید رحمہما اللہ جیسے اہل علم نے بھی اس کی حرمت و عدم جواز کا ہی فتوی دیا ہے۔

بعض اعتراضات کا جائزہ اور اشکالات کی وضاحت

بعض لوگ اہل علم کے فتاوی اور شرعی مسائل کے بیان پر اعتراضات اور اشکالات پیش کرتے ہیں، ذیل میں ان میں سے بعض کا ذکر کر کے ان کا مختصر جواب عرض کیا جاتا ہے:

① ملک بینکس میں دودھ نکال کر بچوں کو دیا جاتا ہے، وہ براہِ راست عورتوں کی چھاتی سے دودھ نہیں پیتے تو یہ اشکال پیدا ہوا کہ کیا رضاعت کے ثبوت کے لیے براہِ راست عورت کی چھاتی سے دودھ پینا لازمی ہے؟

جواب: اس میں جمہور اہل علم کا یہی موقف ہے کہ رضاعت کے ثبوت کے لیے براہ راست چھاتی سے پینا ضروری نہیں، اگر کسی برتن وغیرہ میں دودھ نکال کر بھی پی لیا تو رضاعت ثابت ہو جاتی ہے، کیونکہ اصل اعتبار دودھ کا معدے میں پہنچ کر خوراک اور غذا بننا ہے وہ کسی بھی طریقے سے حاصل ہو جائے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔[3]

بعض فقہاء نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے، جیسا کہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

«إِنَّ الْوَجُورَ، وَالسَّعُوطَ تَثْبُتُ بِهِ الْحُرْمَةُ اتِّفَاقًا»[4]

”وجور اور سعوط دونوں سے بالاتفاق حرمتِ رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔“

وجور کا مطلب ہے کسی برتن میں دودھ نکال کر منہ میں ڈال کر پلانا اور سعوط کا مطلب ہے کہ

---

١ مجلة المجمع، العدد الثاني ١/ ٣٨٣

٢ فتاوى اللجنة الدائمة – المجموعة الأولى ٢١/ ٤٤

٣ صحيح فقه السنة ٣/ ٨٨

٤ البحر الرائق ٣/ ٢٤٦

ناک کے ذریعے دودھ ڈالنا۔[1]

④ دودھ شریک تب ہوتا ہے جب بچہ ایک ماں کا دودھ پیئے اور کئی ماہ اس خاندان میں رہے۔ حالانکہ مِلک بینک میں ایسی کوئی صورت حال نہیں ہے، بلکہ کوئی عورت اپنا دودھ جمع کروا دیتی ہے، اور وہاں دوسری عورتیں بھی جمع کروا دیتی ہیں۔ اس میں سے کوئی فرد دودھ خرید کر اپنے بچے کو پلا دیتا ہے۔ دوسری دفعہ وہ جس کا خریدتا ہے وہ پتہ نہیں کس ماں کا ہے؟ تو اس سے رضاعت کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

جواب: یہ انوکھا اور منفرد مسئلہ فقہ وحدیث کی کس کتاب سے اخذ کیا گیا ہے کہ کسی ایک ہی ماں کا دودھ پینے اور کئی ماہ خاندان میں رہنے کی شرط پر رضاعت ثابت ہوگی ورنہ نہیں۔

اس میں کسی خاندان میں رہنے کی شرط یا کسی خاص مدت کا کہیں کوئی ذکر نہیں، البتہ اس بات میں قدرے اختلاف ہے کہ کتنی دفعہ دودھ پینے سے رضاعت ثابت ہوتی ہے؟

بعض اہل علم کے نزدیک ایک بار سیر ہو کر دودھ پی لینا کافی ہے، لیکن کئی ایک اہل علم کے نزدیک قرآن وسنت کی رو سے راجح یہی ہے کہ کم از کم پانچ بار دودھ پینا ضروری ہے، ایک دو بار دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔ سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

« كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ: عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ، بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ »[2]

شروع میں دس رضاعتیں حرام کرتی تھیں، پھر پانچ رضاعتوں سے حرمت کا حکم نازل ہوا، نبی کریم ﷺ جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو یہی فیصلہ تھا۔

ایک اور حدیث میں ہے:

«لا تحرم المصة ولا المصتان»[3] ”ایک دو دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔“

لہٰذا اگر کوئی بچہ ایک دن میں پانچ مرتبہ دودھ پی لیتا ہے تو ایک دن میں ہی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ رہا یہ مسئلہ کہ ملک بینک میں تو ایک ماں کا دودھ نہیں ہوتا، بلکہ مختلف خواتین کا دودھ ہوتا ہے تو اس حوالے سے بھی اہل علم نے وضاحت کی ہوئی ہے، جو کہ درج ذیل ہے:

---

۱ بغية المقتصد شرح بداية المجتهد ۱۰/ ۵۹۳۱

۲ صحيح مسلم:۱۴۵۲

۳ صحيح مسلم:۱۴۵۱

ایک ہی بچے کو جب مقررہ مقدار یعنی کم از کم پانچ مرتبہ ایک سے زیادہ ماؤں کا دودھ ملا کر پلایا جائے، تو اس سے ثبوتِ رضاعت کے حوالے سے تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

ا۔ تمام سے ہی رضاعت ثابت ہو جائے۔ یہ حنابلہ اور اکثر حنفیہ اور بعض شافعیہ کا موقف ہے۔

ب۔ غالب کا اعتبار کیا جائے لہٰذا جس کا دودھ زیادہ ہو اس سے حرمت رضاعت قائم ہو جائے گی۔ یہ مالکیہ اور بعض احناف و شوافع کا موقف ہے۔ دونوں اقوال کی تفصیل کے لیے دیکھیں[1]۔

ج۔ تیسرا احتمال یہ بھی ہے کہ جب ایک سے زیادہ خواتین کا دودھ ملا کر پلایا جائے تو کسی سے بھی حرمت ثابت نہ ہو۔ یہ موقف کسی کا بھی نہیں ہے لہٰذا یہ احتمال ساقط الاعتبار ہے۔

کئی بار ایک ماں کا دودھ بچے کو پلایا گیا اور اسی طرح کئی بار کسی دوسری ماں کا دودھ اسی بچہ کو پلایا گیا تو تعدد امہات من الرضاعة سے رضاعت کی نفی نہیں بلکہ کئی خواتین کی رضاعی اولاد کا خلط ملط ہونا ثابت ہوتا ہے جو زیادہ خطرناک ہے۔ امام قرافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

«لو أرضعها أهل الأرض حرمن عليه لأنهن أمهات نسائه»[2]

”اگر کسی بچی کو علاقے کی تمام خواتین نے دودھ پلایا ہو تو اس بچی سے شادی کرنے والے شخص پر تمام خواتین حرام ہو جائیں گی کیونکہ وہ اس کی بیوی کی رضاعی مائیں ہیں، جن سے شادی کرنا حرام ہے۔“

فرض کریں کہ اگر اجتماعی مخلوط دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی تو انفرادی طور پر الگ الگ کئی خواتین کے دودھ سے بھی رضاعت ختم شمار ہو گی؟

جب معترض خود یہ کہہ رہا ہے کہ پتہ نہیں کس خاتون کا دودھ کس بچے کو پلایا جائے گا، تو پھر یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی خاتون کا دودھ بار بار ایک ہی بچے کے حصے میں آجائے.. آخر کس بنیاد پر یہ حتمی رائے دی جا سکتی ہے کہ کسی ایک ماں کا دودھ دوسری بار نہیں خریدا جائے گا؟!

اسی طرح اگر عورت کے دودھ کے ساتھ کوئی اور چیز ملا دی جاتی ہے مثلاً پانی یا دوائی یا کوئی کیمیکل وغیرہ تو اس میں بھی غالب کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی اگر دودھ زیادہ ہے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ مخلوط دودھ سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔

④ ہم غیر مسلم ملکوں کا بنا ہوا خشک دودھ پلاتے ہیں، اور کبھی تحقیق نہیں کی کہ وہ حلال ہے یا نہیں؟

---

١ النوازل في الرضاع: ٢٢٦-٢٣٠

٢ الذخيرة للقرافي ٤/ ٢٨٢

جواب : جاپان یا کسی اور ملک کے خشک دودھ پلانے سے رضاعت ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ خواتین / ماؤں کے دودھ کا دعویٰ نہیں کرتے۔ رضاعت کا تعلق عورت کے دودھ کے ساتھ ہے۔ ایسا نہیں کہ اگر دو بچے کسی گائے کا دودھ پی لیں تو وہ آپس میں رضاعی بہن بھائی بن جائیں گے!

دوسری بات یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہیں ہو رہی، وہاں تحقیق کرنی چاہیے نہ کہ اس کو آڑ بنا کر مزید اور چیزوں کو بلا تحقیق قبول کرنے پر زور دیا جائے۔

④ اس وقت جب دودھ شریک بھائی بہن کا زمانہ تھا اس وقت خون نہیں لگایا جاتا تھا، اگر یہ اس وقت ہوتا تو خون دینے والا تو سگا بھائی بن جاتا؟

جواب : کسی کی جان بچانے کے لیے خون دینے سے رشتہ خون / یا حلت و حرمت رضاعت کی کوئی دلیل نہیں، رضاعت کے مسائل دودھ پلانے سے وابستہ ہیں اور شریعت نے اس بنیاد پر باقاعدہ حلت و حرمت کا فیصلہ کیا ہے۔ ایک منصوص مسئلے کو غیر منصوص پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

⑤ اگر اعضاء (گردہ، جگر، آنکھ وغیرہ) عطیہ کیے جا سکتے ہیں تو دودھ کیوں نہیں؟ کیا یہ چیزیں دودھ سے اہم نہیں ہیں؟

جواب: اعضاء کی پیوند کاری / عطیہ کرنا بذات خود ایک اختلافی مسئلہ ہے، اس کو جائز بھی مان لیں پھر بھی اس کی حیثیت رضاعت جیسی نہیں ہے۔

⑥ اس موقع پر بعض لوگوں کی طرف سے رضاعتِ کبیر کا مسئلہ چھیڑا گیا ہے، لہٰذا اس کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے۔

رضاعت کبیر کا مسئلہ اگرچہ قدرے مختلف فیہ ہے، لیکن اس میں ہمارے نزدیک راجح موقف یہی ہے کہ رضاعتِ کبیر سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

«إنما الرضاعة من المجاعة»[1] ”رضاعت بھوک سے ہے۔“

یعنی رضاعت اسی عمر میں ثابت ہوتی ہے، جب وہ دودھ براہ راست بچے کی غذا بنتا ہو، اور اس کی بھوک مٹاتا ہو۔ ایک اور روایت میں ہے:

«لا رضاع إلا في الحولين»[2] ”رضاعت صرف دو سال کی عمر میں ثابت ہوتی ہے۔“

---

١ صحيح بخاری:٢٦٤٧

٢ موطا مالك: ١٢٩٠ ، سنن الدارقطني: ٤/ ١٧٤

سالم مولی ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما والے واقعہ کو ایک استثنائی صورت پر محمول کیا گیا ہے، اسے عمومی اصول نہیں بنایا جائے گا۔ اصولی بات یہی ہے کہ رضاعتِ کبیر سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اکثر صحابہ کرامؓ اور عموماً اہلِ علم کا بھی یہی موقف ہے۔ امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے صراحت فرمائی ہے:

«وأكثر أهل العلم غير قائلين بقصة سالم هذا، ويحتجون في هذا بظاهر كتاب الله عز وجل وبالأخبار الثابتة عن نبي الله صلى الله عليه وسلم، وبأخبار أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. وهو قول عوام أهل العلم، من أهل الحجاز، والعراق، والشام، ومصر، وغيرهم»[1]

اگرچہ راجح قول کے مطابق رضاعت کبیر ثابت نہیں ہوتی، لیکن مِلک بینک سے مستفید ہونے والے بچے 'صغیر' اور 'شیر خوار' کے زمرے میں ہی آئیں گے، لہٰذا اس حوالے سے رضاعت اور اس بنا پر حلت وحرمت کے سنگین مسائل پیدا ہوں گے۔

⑦ کچھ لوگ بعض اہلِ علم کے فتاویٰ ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے مِلک بنک کے قیام کو جائز قرار دیا ہے؟

جواب: اس حوالے سے گزارش ہے کہ ہم نے اوپر اس کے عدم جواز اور اس کے دلائل کی وضاحت کر دی ہے، بلکہ جواز کے لیے پیش کیے جانے والے اشکالات کی بھی وضاحت کر دی ہے۔

دوسری بات: جن علمائے کرام نے جواز کی بات کی ہے، انہوں نے اس کے لیے جو شروط اور احتیاطیں ذکر کی ہیں، کیا کسی ملک بینک میں ان شرائط وضوابط کا خیال رکھا جاتا ہے؟

جیسا کہ ہم پہلے انٹرنیشنل فتاوی کمیٹیوں کے حوالے سے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ مسئلہ کبھی بھی مسلم معاشروں کی ضرورت نہیں رہا، بلکہ لبرل قسم کے لوگ اسے اسلامی معاشروں میں دھکیلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ آپ جواز کی بات ان علمائے کرام کی لے لیں جو شریعت کے اصول وضوابط کی بنیاد پر اس کی گنجائش کی بات کریں، لیکن عملاً سسٹم اور نظام ان لوگوں کا نافذ کر دیں جو آزاد خیال اور لبرل قسم کے لوگ ہیں اور جن سے یہ توقع عبث ہے کہ وہ رضاعت جیسے دقیق اور پیچیدہ مسئلہ میں شریعت کا خیال رکھنے کی زحمت گوارا کریں گے۔

⑧ یہ تو وہ آزاد خیال لوگ ہیں جو ایک شخص کا مادہ منویہ لے کر دوسرے کی بیوی میں رکھ دیتے ہیں، ایک عورت کا ایگ (انڈا) لے کر دوسری کو ڈونیٹ کروا دیتے ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ بچے پیدا کروانے کے

---

[1] الأوسط لابن المنذر ۸/ ۵۵۸

لیے کرائے کی مائیں متعارف کرائی ہیں جو سراسر شریعت کی مخالفت بلکہ فطرت کے خلاف جنگ ہے۔
شریعت میں بحالتِ اضطرار انسانی جان بچانے کے لیے خنزیر کھانے کی بھی اجازت ہے، تو کیا بچوں کی جان بچانے کے لیے مِلک بینک کے قیام کی گنجائش نہیں ہو گی؟

جواب: بالکل شریعت میں اضطراری کیفیت میں گنجائش دی جاتی ہے، لیکن پہلے تو اضطرار کا متحقق ہونا ضروری ہے، دوسرا اضطرار کے احکامات اسی حالت کے ساتھ خاص ہوتے ہیں، انہیں باقاعدہ اصول اور ضابطہ بنالینا اور معاشرے میں عام کرنا جائز نہیں۔ مثلاً کسی شخص کو وقتی طور پر جان بچانے کے لیے حرام کھانے کی اجازت ہے، تو اس بنیاد پر وہ کہے کہ میں ہمیشہ سود خوری یا خنزیر کھانا شروع کر دوں، یہ جائز نہیں ہو گا، مزید اس بنیاد پر اگر لوگ خنزیر کے گوشت کے ہوٹلز کھولنے لگیں کہ کوئی مجبور و مضطر بوقت ضرورت جان بچا سکے، تو یہ جائز نہ ہو گا۔

حرفِ اخیر

بچوں کے لیے ماؤں کے دودھ کا مِلک بینک بنانا درست نہیں لہٰذا اسلامی معاشرے میں اس سے گریز لازم ہے۔ ورنہ رضاعت اور اس بنا پر حلت و حرمت اور اخلاق و عادات کے سنگین مسائل پیدا ہوں گے۔

اس مسئلہ میں ہمیں کم از کم سد ذریعہ کے طور پر اس قسم کے اقدامات کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیئے اور مسلمانوں کو اس سے دور رکھنا چاہیئے۔

متعلقہ اداروں سے گزارش ہے کہ وہ اس کی روک تھام کریں تاکہ معاشرہ ایک نئے فساد کا شکار نہ ہو۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

مفتیانِ کرام

فضیلۃ الشیخ ابو محمد عبد الستار حماد حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ عبد الحلیم بلال حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ جاوید اقبال سیالکوٹی حفظہ اللہ

فضیلۃ الدکتور عبد الرحمن یوسف مدنی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ سعید مجتبیٰ سعیدی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ابو عدنان محمد منیر قمر حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ مفتی عبد الولی حقانی حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد إدریس اثری حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ عبد الحنان سامرودی حفظہ اللہ

مِلک بینک شریعت اور قانون کی نظر میں

محمد عمیر، ڈاکٹر خبیب

مقدمہ

اقوام متحدہ کے عالمی ادارہ صحت کے اطباء نے متفقہ طور پر ماؤں کے دودھ سے بچوں کی پرورش کرنے اور مصنوعی دودھ سے حتی الامکان بچنے کی تلقین کی ہے اور تمام طبی اداروں کو اس کی پابندی کرانے پر زور دیا ہے۔ لہٰذا مغربی ممالک میں بعض رفاہی اداروں نے ناقص الخلقت، کم وزن یا ماں کے دودھ کے متحمل نہ ہونے والے بچوں کی پرورش کے لیے دودھ والی عورتوں سے دودھ کا چندہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا تا کہ کم از کم پہلے چھ ماہ تک بچہ صرف عورت کے دودھ سے صحت مند پرورش پا سکے اور اگر دودھ وافر مقدار میں نہ مل سکے تو اسے خرید کر تازہ، فریز یا خشک حالت میں ضرورت مند بچوں کی پہنچ میں لایا جا سکے، جسے "مِلک بینک" کا نام دیا گیا۔ چند ہی دہائیوں میں یہ ادارے مغربی ممالک کے بعد مشرقی ممالک میں بھی اسپتالوں سے ملحقہ اور غیر ملحقہ اس طرح کے تجارتی و فلاحی ادارے قائم ہونا شروع ہو گئے۔

اسلام نے ایسے بچوں کے لیے رضاعت کا باب کھلا رکھا ہے جن کی مائیں کسی بھی سبب سے اپنے بچوں کو دودھ نہ پلا سکتی ہوں۔ لیکن اسلام نے دودھ پینے والے بچے اور دودھ پلانے والی عورت کے درمیان حرمت میں ماں اور حقیقی بچے جیسا رشتہ قائم کیا ہے اور بعینہٖ نسب جیسی حرمت رشتہ رضاعت میں مقرر کی ہے۔ مِلک بینک سے سینکڑوں نامعلوم عورتوں کا مخلوط دودھ پینے والے بچوں کا ان عورتوں اور ان کی اولاد سے رشتہ رضاعت و حرمت قائم ہو گا یا نہیں؟ اگر ہو گا تو مِلک بینک سے استفادہ کرنے والا بچہ بڑا ہو کر اپنے ہی معاشرے سے اپنے لیے شریک حیات کیسے تلاش کر پائے گا؟

دودھ پینے کی تعداد میں اختلاف کے ساتھ فقہاء اس امر میں متفق ہیں کہ شیر خوارگی کی عمر میں کسی دوسری عورت کا دودھ پینے سے رضاعی رشتہ قائم ہو جاتا ہے لیکن چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے اور دودھ نکال کر پلانے میں اختلاف ہے۔ فقہاء کی ایک تعداد نے رشتہ رضاعت کے لیے چھاتی سے لگا کر دودھ پلانے کو ضروری قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ دودھ نکال کر پلانے سے دونوں کے درمیان رشتہ رضاعت و حرمت قائم نہیں ہو گا، کیوں کہ ماں کی ممتا ثابت نہیں ہوتی اور مجرد دودھ حرمت کے لیے ناکافی ہے کیوں کہ عمرِ رضاعت کے بعد

یہی دودھ حرمت کا سبب نہیں ہوتا اور پھر ملک بینک کا دودھ سینکڑوں نامعلوم عورتوں کا ہوتا ہے جس میں عورت کی ذات، دودھ کی مقدار اور رضعات کی تعداد کے متعلق شک کا پہلو بھی نمایاں ہوتا ہے۔اس موقف کو بعض فقہاء اور مفکرینِ سلف وعصر نے ترجیح دی ہے، جس کو بنیاد بناتے ہوئے اسلامی ممالک میں ملک بینک کے قیام اور اس سے استفادہ کی اجازت دی جاسکتی ہے۔اس مقالہ میں فریقین کے دلائل کو تنقیدی نگاہ سے دیکھتے ہوئے حالاتِ حاضرہ میں اسلام سے رہنمائی لینے کی کوشش کی جائے گی۔

مِلک بینک کی تعریف

«هي مراكز مخصصة لجمع الحليب من أمَّهات متبرعات أومن أمهاتٍ يعطين حليبهُنَّ مقابل ثمن معين، ومن ثم تبيع هذه البنوک الحليب المجموع لأمهات للواتی یرغبن فی ارضاعة لاطفالهن»[1]

”جہاں مختلف ماؤں کا دودھ جمع کیا جاتا ہے ان مراکز کو مِلک بینک کہتے ہیں۔وہ مائیں یا تو اجر و ثواب کے حصول کی نیت سے اپنا دودھ عطیہ کریں یا پھر مقررہ قیمت کے عوض اپنا دودھ دینے پر رضامند ہوں، پھر یہ بینک وہ دودھ ان ماؤں کو فروخت کریں جو اپنے بچوں کو دودھ پلوانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔“

Human milk Bank- A donor milk bank is a service established to screen donors, collect, process, store and distribute donated human milk which is used to meet the needs of vulnerable infants in the community or in hospital settings[۲].

مِلک بینک کے وجود میں آنے کے اسباب

ماں کے دودھ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے فوائد رکھ دیے ہیں کہ جو کسی بھی مصنوعی دودھ سے حاصل نہیں ہوتے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بچے کے لیے ماں کا دودھ لازم قرار دیا ہے اور اطباء نے خاص طور پر اس کی تاکید کی

---

۱ الموسوعة الطبعية الفقهية، لدكتور أحمد محمد:

۲ Guidelines for the operation of a Donar Human Milk Bank in south Africa, p:۳ www.hmbasa.org.za/HMbASA٪۲۰guidelines.pdf

ہے کیونکہ یہ زچہ وبچہ ہر دو کے لیے نہایت مفید ہے، لیکن بعض عورتیں اپنے بچوں کو کسی نہ کسی عذر کے باعث دودھ پلانے سے قاصر ہوتی ہیں۔ مثلاً ماں ملازم پیشہ ہو یا وفات پا گئی ہو یا بچے عمومی تعداد سے ہٹ کر زائد پیدا ہوئے ہوں۔ گرے پڑے بچے ملے ہوں اور حکومتی تحویل میں ہوں۔ بچہ ماں کے دودھ بارے حساسیت کا شکار ہو۔ بچہ کا وزن کم ہو یا وقت سے پہلے پیدا ہوا ہو اور طبعی طور پر دودھ پینے کے قابل نہ ہو۔ ماں کو ایسا مرض لاحق ہو کہ وہ مرض بذریعہ دودھ بچے میں منتقل ہونے کا خدشہ ہو۔ ماں ایسی ادویات استعمال کرتی ہو جن کے اثرات دودھ کے ذریعے بچے میں منتقل ہو سکتے ہوں۔ بچے کو ماں کے دودھ کی مقدار کفایت نہ کرتی ہو یا ماں کا دودھ کلی طور پر خشک ہو۔[1]

تو ایسی صورت میں بچے کو انسانی دودھ کے فوائد سے محروم نہ رکھنے کے لیے اور مصنوعی دودھ (یعنی ڈبہ کے دودھ) اور جانوروں کے دودھ کے نقصانات سے بچانے کے لیے مِلک بینک کی طرف نظر اٹھتی ہے اور ایسی صورت حال میں دودھ کے یہ مراکز بڑی اہمیت کے حامل ہو جاتے ہیں۔

مِلک بینک کی تاریخ

اللہ تعالیٰ نے ماں پر فطری ڈیوٹی عائد کی ہے کہ وہ بچے کو اپنا دودھ پلائے۔ البتہ زمانہ قدیم سے یہ سلسلہ جاری تھا کہ اگر ماں اپنے بچے کو اپنا دودھ پلانے سے قاصر ہوتی یا پلانا نہ چاہتی تو متبادل ماں کا بندوبست کیا جاتا تھا، جو نومولود کو دودھ پلاتی تھی۔ لیکن مغربی انقلاب کے بعد عورتیں مردوں کے شانہ بشانہ کھڑی ہونے لگیں تو دورانِ ڈیوٹی دن بھر اپنے بچے کو دودھ پلانا ممکن نہ رہا اور متبادل کے طور پر دوسری عورتیں بطور رضاعی مائیں ملنا مفقود ہو گئیں تو گائے، بھینس، بکری اور اونٹ کے دودھ کو متبادل کے طور پر اختیار کیا جانے لگا اس کے علاوہ مصنوعی دودھ بھی مارکیٹ میں میسر ہونے لگا۔ رفتہ رفتہ مصنوعی دودھ اور جانوروں کے دودھ کے نقصانات سامنے آنے لگے تو "مِلک بینک" نعم البدل کے طور پر سامنے آیا۔

سب سے پہلے ۱۹۱۰ء میں متحدہ ریاست ہائے امریکہ کے شہر بوسٹن میں پروفیسر ٹالبوٹ (Talboot) نے دودھ جمع کرنے کا مرکز بنایا۔ اس کے بعد ڈاکٹر ماری ایلیز کایزر (Marie-Elise Kaiser) نے المانیا کے شہر "Magdebury" میں ایک مرکز بنایا پھر ۱۹۴۷ء میں پروفیسر- "Lelong" نے پیرس

---

[1] مجلة مجمع الفقه الاسلامی، منظمة المؤتمر الاسلامی، جدة: ٢/٢٦٢-٢٦٤

میں پہلا ملک بینک بنایا۔[1]

لندن میں ۱۹۳۵ء میں پہلا مِلک بینک "کوئین چارلٹ بریسٹ مِلک " (Queen Charlate Breast Milk Bank) کے نام سے قائم کیا گیا اور پہلے تین ماہ میں سینکڑوں بچوں کی جانوں کو بچایا گیا تھا۔ تو اس بنا پر اسے "قومی اہمیت کا حامل ادارہ" (Institution of national importance) قرار دیا گیا۔[2]

ایشیاء میں سب سے پہلا مِلک بینک لقمانیہ تلک میونسپل جنرل ہوسپٹل(Lokmanya Tilak Municipal General Hospital) ممبئی میں ۱۹۸۹ء میں ڈاکٹر ارمیڈا فرنانڈیز(Dr.Armida Fernandez) نے قائم کیا اور ہر ضلعی ہوسپٹل میں ایک ایک مِلک بینک قائم کرنے کی سفارش کی۔[3]

۱۹۸۵ء میں ایک تنظیم Human Milk Banking Association of North America" " قائم ہوئی جو USA,Canda اور Moxico میں موجود مِلک بینک بارے پالیسی وضع کرنے، تمام مِلک بینک کے درمیان رابطہ کار بڑھانے اور عوام کو مِلک بینک بارے شعور اجاگر کرنے اور ریسرچ کا کام کرتی ہے۔[4]

مشرقی اور مغربی ممالک میں اس وقت سینکڑوں مِلک بینک کام کر رہے ہیں ایک اندازے کے مطابق مغربی ممالک میں ۳۰ ملین سے زائد مسلمان بستے ہیں، جن کی ایک بڑی تعداد مِلک بینک سے فائدہ اٹھا رہی ہے۔[5]

مصر میں مِلک بینک کے علاوہ عام مارکیٹ میں بھی انسانی دودھ دستیاب ہے۔ لیکن ایک ڈبہ میں ایک عورت کا دودھ پیک ہوتا ہے جس پر اس عورت کا نام اور شناختی نمبر درج ہوتا ہے تاکہ رضائی نسبت کا خیال رکھا

---

۱ بنوک الحلیب وعلاقتها باحکام الرضاع لدکتور محمدالهواری،المجلس اللأوروبی للإفتاء والبحوث،(European Council for Fatwa and Research) دسمبر ۲۰۰۳م، ص،۳

۲ www.hmbasaoorg,za/history.history.html

۳ http://www.bbc/co/uk/urdu/india/ story /۲۰۰۷/۱۱/۰۷۱۱۲۰milk_bank_awa.shtml

۴ www.texasmilkban.org//contant/history.milk.banking

۵ بنوک الحلیب وعلا قتها بأحکام الرضاع :٢٤

جا سکے۔ ترک حکومت کے زیر اہتمام مذہبی اتھارٹی کی اجازت سے ۲۰۱۳ء میں ازمیر میں ملک بینک قائم کیا گیا۔ مسلم اکثریتی ملک ملائشیا میں ملک بینک قائم ہیں۔ ۲۰۲۲ء میں ایران میں شروع ہونے والے ملک بینکوں کی تعداد ۲۰ تک پہنچ چکی ہے۔ بنگلہ دیش میں ۲۰۱۹ میں پہلا ملک بینک قائم کیا گیا تھا لیکن مذہبی حلقوں کے احتجاج کے باعث ایک ماہ بعد ہی بند کر دیا گیا تھا۔ اقوام متحدہ کے مطابق پاکستان کا شمار نومولود بچوں کی سب سے زیادہ شرح اموات والے ممالک میں شامل ہے۔ ایک ہزار میں سے ۵۴ بچے فوت ہو جاتے ہیں لیکن پاکستان نے یہ تعداد ۱۲ تک لانے کا عہد کیا ہے۔ اس کے لیے پاکستان میں جون ۲۰۲۴ء میں سندھ انسٹیٹیوٹ آف چائلڈ ہیلتھ اینڈ نیوناٹولوجی نے یونیسف کے تعاون سے پہلا ہیومن ملک بینک قائم کیا تھا۔ اس مل بینک کے قیام کے لیے جامعہ دارالعلوم کراچی نے مذہبی رہنمائی دی تھی کہ ۳۴ ہفتوں سے کم عمر وہ بچے جو قبل از وقت پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کا وزن دو کلو گرام سے بھی کم ہوتا ہے ماؤں کا دودھ ان کے لیے کافی نہیں ہوتا اور ماں کے دودھ کے علاوہ تمام دودھ مختلف پیچیدگیاں اور انفیکشن کے ساتھ ساتھ اموات کے خدشات پیدا کر دیتے ہیں لہذا نومولود بچوں کی زندگیاں بچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان بچوں کو ماں کا دودھ فراہم کیا جائے۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے صرف مسلم ماؤں سے دودھ لیا جائے، دودھ کی خرو خرید و فروخت نہ کی جائے بلکہ مفت سروس فراہم کی جائے۔ دودھ فراہم کرنے والی ماؤں اور بچوں کا ریکارڈ بھی مرتب رکھا جائے لیکن چند دنوں بعد ماہ جون میں ہی دارالعلوم نے اپنا فتوی منسوخ قرار دے دیا کہ ملک بینک کے لیے شروط پوری کرنا ممکن نظر نہیں آتا اور اب یہ معاملہ شرعی رہنمائی کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل میں زیر بحث ہے۔[1]

فطری رضاعت کی اہمیت

رضاعت طبعیہ ماں اور بچے کے درمیان محبت اور شفقت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ طبعی رضاعت کے علاوہ کسی بھی اور طریقہ رضاعت سے ماں اور بچے کے درمیان محبت میں فطری طور پر کمی آجاتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ﴾[البقرة: ۲۳۳]

”اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ یہ حکم اس کے لیے ہے، جو رضاعت کی مدت کو

---

1 https://www.bbc.com/urdu/articles/ckddd٠jgq

پورا کرانے کا ارادہ رکھتا ہو۔"

مزید فرمایا:

﴿وَاِنۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ تَسۡتَرۡضِعُوۡۤا اَوۡلَادَكُمۡ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ﴾ [البقرة: ٢٣٣]

"اور اگر تمہارا خیال اپنی اولاد کو کسی غیر عورت سے دودھ پلانے کا ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔"

﴿وَاِنۡ تَعَاسَرۡتُمۡ فَسَتُرۡضِعُ لَهٗۤ اُخۡرٰى﴾ [الطلاق: ٦]

"اور اگر تمہارا باہم اختلاف ہو جائے تو کوئی دوسری عورت بچے کو دودھ پلادے۔"

جو عورتیں اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتیں اُن کے متعلق حضور ﷺ نے سخت تنبیہ فرمائی۔ واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا:

« ثُمَّ انْطَلَقَ بِي، فَإِذَا أَنَا بِنِسَاءٍ تَنْهَشُ ثُدِيَّهُنَّ الْحَيَّاتُ، قُلْتُ: مَا بَالُ هَؤُلَاءِ؟ قَالَ: هَؤُلَاءِ يَمْنَعْنَ أَوْلَادَهُنَّ أَلْبَانَهُنَّ»[1]

"پھر حضرت جبریلؑ مجھے اور آگے لے چلے تو اچانک میں دیکھتا ہوں کہ کچھ عورتوں کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے ہیں میں نے پوچھا یہ عورتیں کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔"

ماں کے دودھ کے فوائد

بچے کے لیے ماں کے دودھ کا کوئی متبادل نہیں ہے۔ ناگزیر وجوہات کی بنا پر جو مائیں بچوں کو اپنا دودھ پلانے سے قاصر ہوتی ہیں ایسے بچوں کے لیے مِلک بینک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ماں کے دودھ کے چند ایک فوائد درج ذیل ہیں:

① ماں کا دودھ صحیح درجہ حرارت پر ہوتا ہے، اسے ٹھنڈا یا گرم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

② ماں کا دودھ پینے والے بچے زیادہ تندرست اور توانا ہوتے ہیں، ان کی یادداشت بھی تیز ہوتی ہے۔

③ پیدائش کے فوراً بعد ماں کا دودھ پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور بہت کم مقدار میں ہوتا ہے۔ اس دودھ کو "لوسٹرم" کہتے ہیں جو بچے میں قوتِ مدافعت پیدا کرتا ہے اور اسے بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

---

١ صحيح ابن خزيمة (٣/ ٢٣٧):١٩٨٦

④ ماں کا دودھ زود ہضم ہوتا ہے اس کی وجہ سے بچے میں پیٹ کی بیماریاں کم ہوتی اور وہ پر سکون سوتے ہیں۔
⑤ ماں کا دودھ صاف ستھرا ہوتا ہے، بوتل اور نپل کی گندگی سے محفوظ ہوتا ہے۔
⑥ بچے اور ماں میں مضبوط بندھن پیدا ہوتا ہے۔[1]
⑦ ماں کے دودھ میں ایسے اجزاء پائے جاتے ہیں جو بچے کو ہیضہ، پولیو، انفلو ئنزا جیسی بیماریوں سے بچاتے ہیں.
⑧ ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں شرح اموات کا خدشہ دوسرے بچوں کی نسبت ۱۴ گنا کم ہوتا ہے اور پہلے دن سے ہی نومولود کے ہلاک ہونے کے امکانات ۴۵ فیصد کم ہو جاتے ہیں[2] دنیا میں فی گھنٹہ ۹۵ بچوں کو ماں کا دودھ بچا سکتا ہے۔[3]
⑨ گائے کے دودھ میں فاسفورس زیادہ ہوتا ہے لہذا کیلشیم اور فاسفورس کا توازن بگڑنے کی وجہ سے بچوں کی ہڈیاں کمزور ہو جاتی ہیں اور فاسفورس کی زیادتی سے بچے کے گردے متاثر ہو سکتے ہیں۔[4]
⑩ ماں کا دودھ پینے والے بچے دوسرے بچوں کی نسبت زیادہ ذہین، مضبوط اعصابی نظام رکھنے والے، زیادہ سمارٹ اور پھرتیلے ثابت ہوتے ہیں۔[5]
⑪ ماں کا دودھ پینے والے بچوں میں ذیابیطس کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔
⑫ بچوں کو سینہ، کان کے انفیکشن اور الرجی نہیں ہوتی۔
⑬ بچوں میں خون کا دباؤ ٹھیک رہتا ہے اور وہ بہت موٹے بھی نہیں ہوتے۔[6]
⑭ انسانی دودھ بچے کو اس سوزش اور ورم سے محفوظ رکھتا ہے جو مصنوعی دودھ پینے سے معدے اور سانس کی نالیوں میں پیدا ہو جاتی ہے۔

---

۱ http://pakcyber.net/phc.gov.pk/site/primary-health-care-urdu-guidelines/۱۵-maan-ka-dudh.html

۲ http://www.unmultimedia.org/radio/urdu/archives/۸۸۳/

۳ http://beta.jang.com.pk/JangDetail.aspx?ID= ۸۸۵۷۴

۴ http://www.qalamkarwan.com/۲۰۱۱/۰۷/no-subtitute.of-breast-milk.html

۵ http://dinafree.do.am/forum/۱۳-۲۰-۱

۶ http://۹۶،۰،۲۲۱.۱۳۲/ur/index.php?page=SubPage&MasterPageID=۱۳&ID=۱۱

⑮ انسانی دودھ بچے کو کینسر کے خلیات اور بہت سے وائرسز اور بیکٹیریاز سے محفوظ رکھتا ہے۔

⑯ انسانی دودھ سے بچے کو وہ دھاتی عناصر بھی حاصل ہوتے ہیں جو کسی اور دودھ سے حاصل نہیں ہو پاتے[1]۔

⑰ یونیورسٹی کالج آف لندن، برطانیہ نے ۱۹۵۸ء تا ۱۹۷۰ء کے درمیان پیدا ہونے والے بچوں کے ایک گروپ پر سماجی تحقیق کے بعد رپورٹ پیش کی کہ ماں کا دودھ پینے والے بچے، ماں کا دودھ نہ پینے والے بچوں کی نسبت معاشرے میں زیادہ کامیاب رہے، انہیں ملازمتیں، روزگار اور ترقی کے بہتر مواقع ملے[2]۔

⑱ رضاعت کا قدرتی عمل ماں کے لیے بھی نہایت مفید ہے، اسے رحم کے کینسر سے بچاؤ میں مدد و معاون ہے جبکہ رضاعت نہ ہونے کی صورت میں دودھ پستانوں میں منجمد ہو کر چھاتی کے کینسر کا سبب بن سکتا ہے۔ دورانِ رضاعت آکسی ٹوسن[3] کے اخراج سے رحم اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے جس سے عورتوں کا جسمانی ڈھیلا پن ختم ہو جاتا ہے اور پھر اکثر ماؤں کے لیے مانع حمل بھی ہے جو انہیں مانع حمل ادویات اور دیگر ذرائع کے مضر اثرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

مِلک بینک سے متعلقہ مسائل

مِلک بینک سے استفادہ اور اسے عام کرنے سے متعلق بحث سے پہلے مِلک بینک سے متعلقہ مسائل کو زیر بحث لایا جائے گا۔

انسانی دودھ کی خرید و فروخت کا حکم

مِلک بینک انسانی دودھ کی خرید و فروخت کا مرکز ہے۔ اس لیے سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ شریعت انسانی دودھ کی خرید و فروخت کی اجازت دیتی ہے یا نہیں؟ فقہاء کا اتفاق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت دودھ پلانے کی اُجرت وصول کر سکتی ہے۔ قرآن میں صراحت ہے کہ جو اپنے بچوں کو کسی اور عورت سے دودھ پلوائیں وہ اس

---

١ مجلة مجمع الفقه الاسلامی: ۲/ ۲۶۱

۲ http://www.express.pk/story/۱۴۶۲۸۶ http://www:bbc.co.uk/urdu/entertainment/۲۰۱۳/۰۶/۱۳۰۶۲۹ breqstfeeding study nj.shtml

۳ Marieb, Elaine, Humain Anatomy & Psychology, Loose Leaf, ۲۰۱۲, :۵۹۹

کی اجرت ادا کریں۔[1] لیکن فقہا نے اس امر میں اختلاف کیا ہے کہ اگر عورت کا دودھ نکال لیا جائے تو کیا اس کی بیع جائز ہو گی یا نہیں؟ امام مالک[2]، امام شافعی[3]، اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک جائز ہو گی۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ناجائز ہو گی۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ایک قول کراہت کا بھی ہے۔

قائلینِ جواز کے دلائل

① یہ جانوروں کے دودھ کی طرح پاک دودھ یا مشروب ہے اور اس لیے کہ یہ اہل دنیا کی غذا ہے، پس تمام غذاوں کی طرح اس کا فروخت کرنا بھی جائز ہو گا۔ یہ دودھ ایسا مال ہے جو قیمت رکھتا ہے تو اس کا مال ہونا اور قیمت رکھنا شرعاً و عرفاً اس کے قابل انتفاع ہونے پر دلالت کرتا ہے۔[7] کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ثابت ہے کہ رضاعت کی اجرت ادا کرو اور اگر وہی دودھ کسی برتن میں نکال لیا جائے تو اس کی قیمت دینے کا بھی جواز مہیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٦]

”اگر وہ تمہارے لیے رضاعت کی ذمہ داری نبھائیں تو ان کی اجرت دو۔“

② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« إِنَّ اللهَ إِذَا حَرَّمَ عَلَى قَوْمٍ أَكْلَ شَيْءٍ حَرَّمَ عَلَيْهِمْ ثَمَنَهُ »[8]

”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر ایک چیز کا کھانا حرام کرتا ہے تو اُن پر اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتا ہے۔“

---

1 البقرة:٢٣٣؛ الطلاق:٦٥

2 بداية المجتهد و نهاية المقتصد:٣/ ١٤٧

3 المبسوط:١٥/ ١٢٥

4 مواهب الجليل فى شرح مختصر خليل:٤/ ٢٦٥

5 المبسوط: ٢٣/ ١٧٠

6 المغنى لابن قدامة :٤/ ١٩٦

7 المبسوط:١٥/ ١٢٥

8 سنن ابی داؤد:۳۴۸۸

اس حدیث کے مفہوم مخالف سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ جس چیز کا کھانا حرام نہیں، اس کی قیمت بھی حرام نہیں، لہذا انسانی دودھ جانوروں کے دودھ اور پانی کی طرح ہے لہٰذا اس کی فروخت بھی جائز ہوگی۔[1]

مانعین جواز کے دلائل

① دودھ انسان کا جزو ہے مال نہیں ہے اور نہ ہی عام طور پر لوگ اسے مال کہتے ہیں، اس لیے اس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔ انسان اپنے تمام اعضاء سمیت مکرم ہے، لہذا اس کے کسی ایک بھی جزو کو بیچ کر اس کی تذلیل و تحقیر نہیں کی جاسکتی[2]، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمان ہے:

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ ﴾ [الإسراء: ٧٠]

② انسانی دودھ بچے کی ضرورت کی وجہ سے حلال کیا گیا ہے ورنہ اصل میں وہ حرام ہے کیونکہ ابن آدم کا گوشت حرام ہے اور دودھ گوشت کے تابع ہے چونکہ انسان کا گوشت بھی نہیں کھایا جاتا لہذا اس کا دودھ بیچنا بھی جائز نہیں ہے۔ جیسے خنزیر اور گدھی کا گوشت اور دودھ۔[3]

ترجیح

حنبلی دبستانِ فقہ کے مشہور ترجمان الشیخ ابن قدامہؒ کے نزدیک راجح دلائل عورت کے دودھ کی خرید و فروخت کے جواز پر ہیں[4]۔ کیونکہ قرآن مجید کے مطابق ایک عورت کسی دوسرے کے بچے کی رضاعت کرنے کے صلہ میں معاوضے کی حقدار ہے تو اگر وہ عورت وہی دودھ نکال کر فروخت کرے تو بھی معاوضے کی حقدار ہونی چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ اگر عورت فی سبیل منفعت اپنا دودھ کسی بچے تک پہنچاتی ہے تو اس کو زیادہ خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اور اس معاوضہ سے وہ اپنی خوراک زیادہ بہتر کر سکتی ہے۔ تیسری بات کہ دوسرے لوگ جب اس دودھ سے فائدہ اٹھائیں تو دودھ دینے والی کو بھی فائدہ ملنا چاہیے۔ چوتھی بات کہ انسانی دودھ کو کسی حرام جانور کے دودھ پر قیاس کر کے دلیل نہیں لی جاسکتی کیونکہ ان کا دودھ تو بذات خود حرام اور

---

١ الحاوی الكبير للماوردي :٣٣٣/٥

٢ العناية شرح الهداية لمحمود بن أحمد بن موسىٰ : ٦/ ٤٢٣

٣ بداية المجتهد ونهاية المقتصد، ٣/ ١٤٧

٤ المغنی:٤/ ١٩٦

ناپاک ہے لیکن انسانی دودھ حلال اور پاکیزہ ہے اور عمر کے ایک خاص حصہ میں بچے کو غذا فراہم کرتا ہے۔ اور پھر ملک بینک کے لیے لوگوں کی طرف سے دودھ عطیۃً فراہم کیا جاتا ہے اور دودھ مہیا کرنے والوں کی تحائف کی شکل میں حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے، تاہم بوقتِ ضرورت دودھ خرید ابھی جاسکتا ہے۔

رضاعت میں غیرِ رضاعت کا حکم

فقہاء کا اس امر میں اتفاق ہے کہ عورت کے پستان سے بچے کو دودھ پلانا اپنی شروط کے مطابق حرمت واقع کر دیتا ہے، لیکن وجور[1] سعوط[2] اور حقنہ[3] کے بارے اختلاف کیا گیا ہے۔ حنفیہ[4] مالکیہ[5] اور شافعیہ[6] کہتے ہیں کہ غیر رضاعت کو رضاعت میں شامل کیا جاسکتا ہے جبکہ ظاہریہ اور امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت کے مطابق پستان سے دودھ پینا رضاعت سے تحریم کے ثبوت کے لیے شرط ہے، اس کے برعکس کسی اور طریقے سے رضاعت ثابت نہیں ہوسکتی۔

قائلین کے دلائل

جو فقہاء کہتے ہیں کہ رضاعت میں غیر رضاعت کو شامل کیا جاسکتا ہے ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

① حضور ﷺ کا فرمان ہے:

« لَا رِضَاعَ إِلَّا مَا شَدَّ الْعَظْمَ وَأَنْبَتَ اللَّحْمَ »[7]

”رضاعت صرف وہی معتبر ہوگی جو ہڈیوں کو مضبوط کرے اور گوشت کو بڑھائے۔“

② نبی مکرم ﷺ کا فرمان:

---

۱ بچے کے حلق میں دودھ ٹپکانا

۲ بذریعہ ناک بچے کے پیٹ میں دودھ پہنچانا۔

۳ انجکشن کے ذریعے بچے کے پیٹ میں دودھ پہنچانا

۴ المبسوط:٥/ ١٣٤

۵ المدونة لامام مالک بن انس:٢/ ٩٥

۶ المغنی: ٨/ ١٧٣

۷ سنن ابی داؤد:٢٠٥٩

« لَا يُحَرِّمُ مِنَ الرِّضَاعَةِ إِلَّا مَا فَتَقَ الأَمْعَاءَ فِي الثَّدْيِ، وَكَانَ قَبْلَ الفِطَامِ»[1]
''صرف اُس رضاعت سے حرمت واقع ہوتی ہے جو انتڑیوں کو کھولے اور دودھ چھڑانے سے پہلے ہو۔''

ان احادیث سے پتا چلتا ہے کہ جو دودھ انتڑیوں تک پہنچے، ہڈیوں کو مضبوط کرے اور گوشت کو بڑھائے تو وہ اس رضاعت کی طرح ہے جو بچے نے اپنے منہ سے ماں کی چھاتی سے کی ہے۔ جیسے ناک کے راستے پانی جانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح دودھ کا انتڑیوں تک پہنچنا ضروری ہے نہ کہ منہ کے ساتھ رضاعت کرنا[2]۔

مانعین کے دلائل

جو کہتے ہیں کہ غیر رضاعت کو رضاعت میں شامل نہیں کیا جاسکتا ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾[النساء: ۲۳]
''اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری رضاعی بہنیں۔''

(۲) حضور ﷺ کا فرمان:

«يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ»[3]
''نسب سے جو رشتے حرام ہیں وہ رضاعت کی رو سے بھی حرام ہیں۔''

(۳) ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

«لَمْ يُحَرِّمْ اللهُ تَعَالَى وَلَا رَسُولُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَعْنَى نِكَاحًا، إِلَّا بِالْإِرْضَاعِ وَالرَّضَاعَةِ وَالرَّضَاعِ فَقَط-وَلَا يُسَمَّى إِرْضَاعًا إِلَّا مَا وَضَعَتْهُ الْمَرْأَةُ الْمُرْضِعَةُ مِنْ ثَدْيِهَا فِي فَمِ الرَّضِيعِ، يُقَالُ أَرْضَعَتْهُ تُرْضِعُهُ إِرْضَاعًا. وَلَا يُسَمَّى رَضَاعَةً، وَلَا إِرْضَاعًا إِلَّا أَخْذُ الْمُرْضَعِ، أَوْ الرَّضِيعِ بِفِيهِ الثَّدْىَ وَامْتِصَاصُهُ إِيَّاهُ،

---

۱ سنن الترمذی:۱۱۵۲

۲ المغنی الابن قدامة:۱۷۳/۸

۳ صحیح البخاری:۲٦٤٥

تَقُولُ: رَضِعَ يَرْضَعُ رَضَاعًا وَرَضَاعَةً. وَأَمَّا كُلُّ مَا عَدَا ذٰلِکَ مِمَّا ذَكَرْنَا فَلَا يُسَمَّى شَيْءٌ مِنْهُ إِرْضَاعًا، وَلَا رَضَاعَةً وَلَا رَضَاعًا، إِنَّمَا هُوَ حَلْبٌ وَطَعَامٌ وَسِقَاءٌ، وَشُرْبٌ وَأَكْلٌ وَبَلْعٌ، وَحُقْنَةٌ وَسَعُوطٌ وَتَقْطِيرٌ، وَلَمْ يُحَرِّمْ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ بِهٰذَا شَيْئًا»[1]

" اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے اس معنیٰ میں نکاح کو حرام نہیں کیا مگر رضاعت سے ، اور رضاعت رضاعت سے ہی ثابت ہوتی ہے، اوراس پر رضاعت کانام اسی صورت میں صادق آئے گا کہ دودھ پلانے والی عورت اپنی چھاتی سے بچے کے منہ میں ڈالتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو رضاعت یا دودھ پلانا نہیں کہاجاتا، سوائے اس کے کہ بچہ دودھ پلانے والی عورت کی چھاتی کو منہ میں لے اور اس سے چوسے۔ اس کو دودھ پلانا کہاجاتا ہے۔

اس کے علاوہ جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے، اس میں سے کسی چیز کو بھی رضاعت نہیں کہاجاسکتا ہے، بلکہ اسے حلب، طعام، سقاء، شرب، اکل، بلع، حقنہ، سعود، تقطیر جیسے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے، اور ان کے سبب اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو حرام قرار نہیں دیا۔

(۴) حضور ﷺ نے فرمایا:

«لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَالْمَصَّتَانِ»[2]

"چھاتی سے ایک مرتبہ دودھ چوسنے یا دو مرتبہ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔"

رضاعت کے معنی صرف یہ ہیں کہ بچہ ماں کے پستان سے دودھ اپنے منہ سے پیئے اور چوسے، اس کے علاوہ کو رضاعت نہیں کہاجاسکتا اور نہ اس سے حرمت واقع ہوگی۔[3]

(۵) اگر رضاعت کی علت صرف ہڈیاں مضبوط ہونا اور گوشت بڑھنا ہے تو پھر اگر کوئی عورت کسی بچے کو اپنا خون دے دے تو وہ اس کی ماں بن جانی چاہیے، کیونکہ دودھ کی نسبت خون سے ہڈیاں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں اور جسم تقویت پکڑتا ہے۔ صرف ہڈیوں اور گوشت کی تقویت کی علت کی بنیاد ظن پر ہے اور احکام دین ظن کی بنیاد پر فرض نہیں کیے جاسکتے اور ظن سب سے جھوٹی بات ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

---

۱ المحلی لابن حزم: ۱۰/ ۱۸۵

۲ صحیح مسلم: ۱۱۵۰

۳ التعریفات لجرجانی: ۱/ ۱۱۱؛ معجم مقاییس اللغة، ۲/ ۴۰۰، القاموس الفقهي: ۱/ ۱۴۹

﴿وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴾[النجم :۲۸]
"اور بے شک وہم و گمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔"[1]

ترجیح

راجح موقف یہ ہے کہ رضاعت وہی معتبر ہو گی جو بچہ ماں کی چھاتی سے حاصل کرے گا کیوں کہ اسی سے ماں کی ممتا حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ کسی بھی صورت کو رضاعت نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جہاں بھی رضاعت کا ذکر کیا ہے وہاں ماں کے ساتھ کیا ہے۔ اور احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ باقی ظن اور حد سے تجاوز کرنا ہے اور یہی حضرت لیث بن سعدؒ نے فرمایا کہ:

«إِنَّمَا الرَّضَاعُ مَا مُصَّ مِنْ الثَّدْيِ»[2]

"رضاعت صرف وہی معتبر ہو گی جو دودھ پلانے والی کی چھاتی سے چوسنے سے ہو گی۔"

رضاعت کی علت صرف غذا قرار نہیں دی جاسکتی، غذا تو دودھ کی بجائے خون سے زیادہ حاصل ہوتی ہے لیکن اس سے حرمت واقع نہیں ہوتی، لہذا بچے کا بذاتِ خود ماں کی چھاتی سے بطور غذا دودھ کا حصول دوسری شروط کے ساتھ حرمت کا سبب بنے گا، ورنہ نہیں۔

خلیط دودھ کا حکم

مِلک بینک کے دودھ میں کئی ایک عورتوں کا دودھ شامل ہوتا ہے اور اس دودھ کو محفوظ رکھنے کے لیے فریز کر لیا جاتا ہے یا پھر خشک کر لیا جاتا ہے اور بوقت ضرورت پانی ملا کر استعمال کر لیا جاتا ہے۔ عورتوں کے خلیط دودھ کے بارے میں امام ابو حنیفہؒ[3]، امام ابو یوسفؒ[4] اور شافعیہ[5] کے ایک قول کے مطابق تحریم اس عورت سے متعلق ہو گی جس عورت کا دودھ غالب ہو۔

---

۱ مجلة مجمع الفقه الاسلامی،۲/ ۲۵۶

۲ المحلی: ۱۰/ ۱۸۵

۳ المبسوط،۵/ ۱۴۰؛ فتاوی عالمگیری (اردو)، مترجم: مولانا سید امیر علی: ۲/ ۲۵۴۔۲۵۵

۴ روضة الطالبين عمدة المفتين لنووي : ۹/ ۶

۵ المبسوط: ۵/ ۱۴۰-۱۴۱

جبکہ امام ابو حنیفہ[1] کے ایک قول، امام محمد[2]، مالکیہ[3]، شافعیہ کے ایک موقف[4] اور حنابلہ[5] کے نزدیک حرمت دونوں سے ثابت ہو جائے گی۔

صرف غالب دودھ سے حرمت کے قائلین کے دلائل

غالب کے مقابلے میں مغلوب شئے کو شریعت میں معتبر نہیں مانا جاتا جیسے پانی میں دودھ ملا کر بچے کو دیا جائے تو ان دونوں میں سے جو چیز غالب ہو گی صرف اسی کا اعتبار ہو گا جیسے بہت زیادہ پانی میں معمولی نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا[6]۔

خلیط دودھ میں غالب اور مغلوب، ہر دو قسم کے دودھ سے حرمت کے قائلین کے دلائل

① دونوں عورتوں کا دودھ ایک جنس سے تعلق رکھتا ہے اور ایک جنس دوسری جنس پر غالب نہیں آسکتی، ایک جنس کی قلیل مقدار اسی جنس کی دوسری چیز میں شامل ہو کر اس کی مقدار میں اضافہ کرتی ہے اور ایک ہی جنس کی کثیر مقدار قلیل مقدار کا اثر زائل نہیں کرتی۔ لہذا بچہ دونوں سے غذا پاتا ہے۔

② اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ میں اس گائے کا دودھ نہیں پیوں گا اور اگر اس گائے کا دودھ کسی دوسری گائے کے دودھ کے ساتھ ملا دیا جائے اور وہ پی لے تو قسم ٹوٹ جاتی ہے، ایسے دو عورتوں کے خلیط دودھ کی صورت میں دونوں عورتوں سے حرمت واقع ہو جائے گی[7]۔

ترجیح

راجح موقف یہ ہے کہ یہ تمام دودھ ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہیں مِلک بینک میں دو عورتوں کا نہیں

۱ ایضاً

۲ حاشیة الدسوقی علی الشرح الکبیر:۲/ ۵۰۳

۳ روضة الطالبین عمدة المفتین:۹/ ٦

۴ المغنی:۸/ ۱۷۵

۵ المبسوط:۵/ ۱٤۰؛ البحر الرائق شرح کنزالدقائق:۳/ ۲٤۵؛ الطالبین عمدة المفتین:۹/ ٤

٦ المبسوط:۵/ ۱٤۰؛ البحر الرائق شرح کنزالدقائق:۳/ ۲٤۵

۷ المبسوط:۵/ ۱٤۱

بیسیوں عورتوں کا خلیط دودھ ہو سکتا ہے اور بچہ ہر ایک دودھ سے نفع حاصل کرے گا لیکن ظاہر یہ کے ہاں تو امتصاص ثدی (پستان سے دودھ چوسنا) نہ ہونے کی بنا پر حرمت ثابت نہ ہو گی اور شوافع کے ہاں جب تک پانچ رضعات نہ ہوں تب تک حرمت ثابت نہ ہو گی۔ احناف کے ہاں غالب دودھ سے حرمت واقع ہو گی لیکن مِلک بینک کے دودھ میں غالب و مغلوب دودھ کا اندازہ لگانا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ صرف حنابلہ کے ہاں خلیط دودھ ہر عورت سے حرمت واقع کر دیتا ہے لیکن آخر الذکر دونوں فقہاء کی آراء کے مطابق اگر ساتھ ساتھ شک کا پہلو بھی پایا جائے تو حرمت واقع نہیں ہو گی کیوں کہ ﴿إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [یونس: ۳۶] لہٰذا مختلط دودھ سے حرمت واقع نہیں ہو گی۔

رضاعت میں شک کا حکم

رضاعت میں شک کے مختلف پہلو ہیں مثلاً بچے کو کس عورت نے دودھ پلایا؟ فلاں عورت نے دودھ پلایا ہے یا نہیں؟ بچے نے دودھ پیا بھی ہے یا نہیں؟ جو دودھ پیا ہے وہ عورت ہی کا تھا، کسی جانور وغیرہ کا تو نہیں؟ بچے نے جو خلیط دودھ پیا ہے وہ کس کس عورت کا تھا؟ بچے نے دودھ وقت رضاعت میں پیا ہے یا عمرِ رضاعت کے بعد؟ یہ شک دودھ پینے کی تعداد کے بارے میں بھی ہو سکتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ رضاعت کے کسی بھی معاملے میں شک واقع ہو جائے تو حرمت واقع ہو سکتی ہے یا نہیں؟ احناف[1]، شافعیہ[2] اور حنابلہ[3] کا موقف ہے کہ امورِ رضاعت میں جب شک پیدا ہو جائے تو حرمت واقع نہیں ہو گی، لیکن مالکیہ[4] کہتے ہیں کہ احتیاط کا پہلو ملحوظ رکھتے ہوئے حرمت واقع ہو جائے گی۔

مانعینِ حرمت کے دلائل

① اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا﴾ [النجم: ۲۸]

---

۱ البحر الرائق: ۳/ ۳۳۸

۲ روضۃ الطالبین: ۹/ ۵-۹

۳ المغنی: ۲/ ۱۷۲

۴ الشرح الکبیر، ۲/ ۵۰۲

"اور بے شک وہم وگمان حق کے مقابلے میں کچھ کام نہیں دیتا۔"

② سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ:

«كَانَ فِيمَا أُنْزِلَ مِنَ الْقُرْآنِ:عَشْرُ رَضَعَاتٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ، ثُمَّ نُسِخْنَ، بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ»[1]

"قرآن میں جو حرمت واقع کرنے کے بارے میں حکم نازل ہوا تھا وہ دس معلوم رضعات تھے۔ پھر اس حکم کو پانچ معلوم رضعات کے حکم سے منسوخ کر دیا گیا۔"

③ اصول فقہ کا قاعدہ ہے:

«اِنَّ الْيَقِين لَا يَزُول بِالشَّک»[2]

"یقین کو شک زائل نہیں کرتا۔"

④ رضاعت بارے اصول فقہ کا ایک اور قاعدہ ہے:

«بُنِيَ عَلَى الْيَقِينِ لِأَنَّ الْأَصْلَ عَدَمُ الرَّضَاعِ»[3]

"یقین پر بنیاد رکھی جائے گی کیونکہ اصل رضاعت کا نہ ہونا ہے۔"

قائلین حرمت کے دلائل

① نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«دَعْ مَا يَرِيبُكَ إِلَى مَا لاَ يَرِيبُكَ »[4]

"شک والی بات کو چھوڑ کر اس بات کو اختیار کرو جس میں شک نہ ہو۔"

② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ، وَعِرْضِهِ»[5]

---

۱ صحیح مسلم:۱۱۵۲

۲ شرح القواعدالفقهية لمصطفىٰ احمد الزرقا: ۱/ ۷۹

۳ کشاف ا لقناع:۵/ ۴۵۶

۴ سنن الترمذی:۲۵۱۸

۵ صحیح مسلم:۱۵۹۹

"جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین و عزت کو بچالیا۔"

③ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ابو اہاب بن عزیز کی بیٹی سے شادی کی تو ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ میں نے تجھے اور تیری بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ تو حضرت عقبہؓ نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم کہ تم نے مجھے دودھ پلایا ہے۔ پھر انہوں نے ابو اہاب کے گھر سے پتا کروایا تو انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اُس نے ہماری بچی کو دودھ پلایا ہے یا نہیں؟ چنانچہ حضرت عقبہؓ نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیف و قد قیل؟" جب ایسا کہہ دیا گیا تو پھر تم اسے اپنے عقد میں کیسے رکھ سکتے ہو؟ چنانچہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو چھوڑ دیا تو اس عورت نے کسی اور مرد سے شادی کر لی[1]۔

ترجیح

راجح مسلک جمہور کا ہے کیونکہ رضاعت کے معاملات میں نص آچکی ہے کہ معاملہ یقینی ہو لہٰذا شک کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عقبہؓ کے معاملے میں جب عورت نے یقین کے ساتھ کہہ دیا کہ میں نے اسے اور اس کی بیوی کو دودھ پلایا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یقین کی پاسداری کی ہے۔ فقہاء کی چند ایک فقہی آرا بھی ملاحظہ کیجیے۔ ابن قدامہؒ لکھتے ہیں:

« وإذا وقع الشك في وجود الرضاع، أو في عدد الرضاع المحرم، هل كملا أو لا؟ لم يثبت التحريم؛ لأن الأصل عدمه، فلا نزول عن اليقين بالشك، كما لو شك في وجود الطلاق وعدده »[2]

"جب رضاعت یا اس کی مقدار کے بارے میں شبہ واقع ہو جائے تو حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ کیونکہ اصل حرمت کا نہ ہونا ہے۔ تو شک کی وجہ سے حلت ختم نہیں ہو گی۔ جس طرح طلاق یا اس کی تعداد کے بارے میں شک ہو جانے کا مسئلہ ہے۔"

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "الاختیار لتعلیل المختار" میں ہے:

« امرأة أدخلت حلمة ثديها في فم رضيع، ولا يدرى أدخل اللبن في حلقه أم لا –

---

۱ صحیح البخاری: ۲٦٤٠

۲ المغنی: ۸/ ۱۷۲

لا يحرم النكاح. وكذا صبية أرضعها بعض أهل القرية، ولا يدرى من هو، فتزوجها رجل من أهل تلك القرية - يجوز؛ لأن إباحة النكاح أصل، فلا يزول بالشك»[1]

"اگر کسی عورت نے اپنی چھاتی بچہ کے منہ میں ڈالدی ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دودھ بچہ کے حلق میں داخل ہوا یا نہیں تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر کسی بچی نے گاؤں کی ایک یا چند انجان عورتوں کا دودھ پی لیا ہو ا اور تعین کے ساتھ یہ معلوم نہ ہو کہ اس نے کس کس کا دودھ پیا ہے۔ تو اس گاؤں کے کسی آدمی کا اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہو گا کیونکہ محض شبہ کی بنیاد پر نکاح کی حلت ختم نہیں ہو گی۔"

مِلک بینک کے عام کرنے اور اس سے رضاعت کا حکم

جن دلائل کی بنیاد پر مِلک بینک سے رضاعت کا حکم لاگو کیا جاسکتا ہے، تفصیلاً بیان کئے جاچکے ہیں۔ چونکہ مِلک بینک دورِ حاضر کا مسئلہ ہے لہذا شریعت کے درج بالا تفصیلی احکامات اور ان کی جزئیات پر مِلک بینک کی بنیاد رکھی جائے گی۔ عصر حاضر کے فقہاء کے مِلک بینک کے جواز و منع پر تین نظریات سامنے آئے:

ڈاکٹر یوسف قرضاوی، شیخ عبد الطیف حمزہ، شیخ مصطفی الزرقا، شیخ علی التسخیری رحمۃ اللہ علیہم وغیرھم، اس بات کے قائل ہیں کہ مِلک بینک سے رضاعت سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

بعض فقہا کہتے ہیں کہ اگر مِلک بینک دودھ دینے والی عورت اور دودھ پینے والے نومولود کا ریکارڈ رکھے تو مِلک بینک کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

اس کے برعکس شیخ محمد بن صالح العثیمین، شیخ عبد الرحمن النجار، شیخ عبد اللہ البسام رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم کہتے ہیں کہ مِلک بینک سے رضاعت حرام ہے لہذا مِلک بینک کے قیام کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

مانعین کے دلائل

① دودھ بینک کے بنانے اور ان سے بچوں کو دودھ دینے کے معاملے میں لاقانونیت اور بدنظمی جنم لیتی ہے، ایک آدمی ایک ایسی لڑکی سے شادی کرلیتا ہے جس نے اس کا یا اس کی ماں کا دودھ پیا ہوتا ہے۔ شرعی

---

1 الاختیار لتعلیل المختار: ۳/ ۱۲۰

اعتبار سے ایسے رشتہ کے ساتھ شادی کرنا منع ہے لہذا مِلک بینک کے قیام اور اس سے بچوں کی پرورش سدِ ذریعہ کے طور پر ممنوع ہے۔

② مِلک بینک کا دودھ غذا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جس سے حرمت کے وقوع کا اندیشہ ہوتا ہے، لہذا احتیاط لازم ہے۔

③ مِلک بینک کے منفی پہلو مثبت پہلوؤں پر غالب ہیں اور پھر مثبت پہلوؤں کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے، لہذا غالب کا لحاظ رکھنا ہو گا۔

دودھ بینکوں سے رضاعت کا اگر کچھ نقصان ہے بھی تو صرف بچے کی ذات تک محدود رہتا ہے، جبکہ مِلک بینک کے بدترین اثرات پورے معاشرے کو اپنے گھیرے میں لے لیتے ہیں۔ اصول فقہ کا قاعدہ ہے:

« إذا تعارضت مفسدتان روعي أعظمهما ضررًا بارتكاب أخفهما »[1]

"جب دو نقصان اکٹھے ہو جائیں تو بڑے نقصان کو ترک کر دیا جائے اور چھوٹے کو اپنا لیا جائے۔"

④ دودھ بینکوں کی وجہ سے حسب و نسب خراب ہوتا ہے اور اختلاط واقع ہوتا ہے، شرعی لحاظ سے ضیاع نسل سے بچنا ضروری ہے۔ مِلک بینک سے معاشرے میں خرابیاں واقع ہوتی ہیں، اخراجات اٹھتے ہیں، لہذا مِلک بینک سے منفعت کم اور فساد زیادہ ہے۔ لہذا مِلک بینک کے ذریعے لاحق ہونے والی بیماریوں اور نقصانات کے پیش نظر اس سے حاصل ہونے والے چند فوائد کو پس پشت ڈال دیا جائے گا اور ان مفاسد سے اجتناب کو مقدم کیا جائے گا کیونکہ اصول فقہ کا قاعدہ ہے:

«دَرْء المُفَاسِد أولى من جلب المْصَالح»[2]

"مفاسد کو ختم کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہوتا ہے۔"

⑤ دودھ بینکوں کے قیام میں جس مصلحت کو مد نظر رکھا جاتا ہے جو بچے تک محدود ہے اور انہیں ممنوع قرار دینے میں بڑی مصلحت کو مد نظر رکھا جاتا ہے اصول فقہ کا قاعدہ ہے:

«إذا تعارضت مصلحتان روعی أكبرهما بتفويت أدناهما»[1]

---

١ القواعد الفقهية وتطبيقاتها في المذاهب الاربعة لزحيلي: ١/ ٢٣٠

٢ شرح القواعد الفقهية: ١/ ٢٠٥

"جب دو مصلحتیں جمع ہو جائیں تو بڑی مصلحت کا خیال رکھا جائے اور ادنیٰ کو ترک کر دیا جائے۔"[1]

دودھ بینکوں کے عدم قیام سے بچے کو جو نقصان پہنچتا ہے اسے مصنوعی دودھ یا کسی عورت سے رضاعت کے ذریعے پورا کیا جا سکتا ہے، لیکن مِلک بینک سے جو معاشرے کو نقصان ہوتا ہے اس کا ازالہ ممکن نہیں۔

(۶) انٹر نیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے فقہاء نے ۲۲ تا ۲۸ دسمبر ۱۹۸۵ء مِلک بینک سے متعلق سیر حاصل بحث کے بعد طے کیا کہ:

اول: عالم اسلام میں مِلک بینک قائم کرنا ممنوع ہے۔

دوم: مِلک بینک کے دودھ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی[2]۔

(۷) کویت میں منعقدہ کانفرنس ندوۃ الانجاب فی ضوء الاسلام میں بھی پیدائشی لحاظ سے نامکمل بچوں کے لیے مِلک بینک کے قیام کی حوصلہ شکنی کی گئی[3]۔

قائلین کے دلائل

(۱) دودھ بینک کے قائل فقہاء کا خیال ہے کہ شریعت نے رضاعت سے حرمت نکاح کی اصل اساس اور بنیاد دودھ پلانے والی ماں کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ﴾ [النساء: ۲۳]

صرف دودھ لینے سے ماں ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ اصل چیز دودھ چوسنے کے ساتھ ساتھ بچے پر ماں کی شفقت و محبت اور مہربانی ہے۔ وہ عورت صرف دودھ ہی نہیں پلاتی، سینے سے بھی لگاتی ہے، پیار و محبت دیتی ہے۔ یہ مجرد رضاعت نہیں ہے۔ اسی سے ہی وہ ماں بن جاتی ہے اور اس کے بچے اس کے بھائی بن جاتے ہیں۔ مِلک بینک سے مامتا ثابت نہیں ہوتی۔

(۲) رضاعت کا مفہوم لغت میں یہ ہے کہ بچہ عورت کی چھاتی سے اپنے منہ سے دودھ پیئے۔ اسی وجہ سے لیث بن سعد، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہما کے ایک موقف اور امام ابن حزمؒ نے یہ موقف اپنایا ہے کہ رضاعت

---

۱ تلقیح الافهام العلیة شرح القواعد الفقهیة لولید بن راشد السعیدان: ۳/ ۱۱

۲ مجلة مجمع الفقه الاسلامی: ۲/ ۲۹۰

۳ فتاوی قطاع الافتاء بالکویت: ٤/ ۱۲۲

صرف اسی صورت میں ہو گی جب بچہ اپنے منہ سے ماں کے پستان سے دودھ چوسے۔

③ مجرد دودھ سے حرمت نہیں ہوتی، اس کے ساتھ کئی شروط ہیں۔ مثلاً بچہ مدتِ رضاعت میں ہو، مدت رضاعت کے بعد جتنا مرضی دودھ پیئے، حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ اسی طرح دودھ کی مقدار میں اختلاف ہے کہ جس دودھ سے اس کا گوشت اور ہڈیاں بنیں۔ حدیثِ عائشہؓ میں پانچ مرتبہ پینے کا ذکر ہے۔

④ رضاعت کی شروط میں سے کوئی شرط مفقود ہو جائے تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی، مِلک بینک میں دودھ بطور غذا تو لیا جاتا ہے، لیکن پستان سے چوسنے کی شرط مفقود ہے، لہذا حرمت ثابت نہ ہو گی۔

⑤ رضاعت ثابت کرنے کے لیے حتمی علم ہونے کی ضرورت ہوتی ہے، جو کہ مِلک بینک میں نہیں ہوتا کیونکہ اس میں مختلف جہات سے شک پیدا ہو جاتا ہے۔ امکان ہے کہ لڑکے اور لڑکی نے ایک عورت کا دودھ پیا ہو، وہاں اس بات کے بھی بہت زیادہ امکانات ہوتے ہیں کہ ایسا نہیں ہو گا، بلکہ اس کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، لہذا صرف گمان اور شک کی بنیاد پر حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔

⑥ مِلک بینک میں خلیط دودھ کو عام طور پر خشک کر لیا جاتا ہے اور بوقت ضرورت خشک دودھ میں اتنا پانی ڈالا جاتا ہے کہ اس پر غالب آجاتا ہے اور اعتبار غالب کا ہی ہوتا ہے، لہذا حرمت ثابت نہیں ہو گی۔

⑦ مِلک بینک عارضی ضرورت کے پیش نظر بنائے جاتے ہیں یہ حقیقی رضاعت کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

⑧ مِلک بینک کا تعلق عموم سے ہے اور اس میں معاشرتی مصلحت کا ہی اعتبار کیا جاتا ہے تو ایسے معاملے میں فتویٰ جاری کرتے ہوئے آسانی کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ سیدہ عائشہؓ کا بیان ہے:

«مَا خُيِّرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ قَطُّ إِلَّا أَخَذَ أَيْسَرَهُمَا، مَا لَمْ يَكُنْ إِثْمًا»[1]

"رسول اللہ ﷺ کو دو معاملوں کے درمیان جب بھی اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں جو آسان صورت تھی، اس کو اختیار کیا، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔"

حضور ﷺ نے یہ اصول خود ہی نہیں اپنایا بلکہ فقیہ، قاضی اور حکمران طبقے کو اس اصول کی تعلیم دی۔ حضور ﷺ نے اپنے دو اصحاب کا یمن میں بطور فقیہ، قاضی اور حاکم تقرر کیا تو ان کو روانہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

1 صحیح البخاری:٦١٢٦

«يَسِّرَا وَلاَ تُعَسِّرَا، وَبَشِّرَا وَلاَ تُنَفِّرَا»[1]

"آسانی فراہم کرنا، سختی نہ کرنا، خوشخبری سنانا، نفرت نہ پیدا کرنا۔"

⑨ مصر کی وزارتِ صحت نے دار الافتاء کو یہ سوال لکھا کہ کیا مِلک بینک حلال ہے یا حرام؟ واضح رہے کہ یہ بینک مختلف عورتوں کا دودھ اکٹھا کرتے ہیں، وہ عورتیں خواہ اجر و ثواب کی نیت سے دودھ عطیہ کریں یا اس کا معاوضہ وصول کریں۔ پھر اس دودھ کو فریز کر کے تین ماہ تک محفوظ رکھا جاتا ہے یا اسے خشک کر کے محفوظ کر لیا جاتا ہے، پھر ان محتاج بچوں کی رضاعت کا عمل اس سے پورا کیا جاتا ہے جو کسی وجہ سے اپنی ماں کے دودھ سے محروم ہوتے ہیں۔ نیز جو سب سے بڑا اشکال درپیش ہے وہ یہ ہے کہ اس مِلک بینک سے دودھ پینے والا بچہ اور بچی، اگر بڑے ہو کر آپس میں شادی کر لیں تو کیا ان کی شادی درست ہو گی یا ان میں رضائی حرمت کا رشتہ بن جائے اور وہ آپس میں رضاعی بہن بھائی ہوں؟

دار الافتاء نے اس کا جواب یہ دیا کہ مِلک بینک سے دودھ پینا حرمت کے واقع ہونے کا باعث نہیں بنتا اور نہ ہی اس کی وجہ سے ایسے لڑکے لڑکی کی آپس میں شادی حرام ہو سکتی ہے۔ کیونکہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے کہ رضاعت تب تک ثابت نہیں ہوتی جب تک کہ اس کی شروط کامل طور پر نہ پائی جائیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ جو دودھ بچے نے پیا ہے وہ عورت کا ہی دودھ ہو (یعنی کسی جانور، گائے، بھینس، بکری وغیرہ کا نہ ہو)۔

دوسری شرط یہ ہے کہ وہ دودھ منہ کے راستے پیٹ میں گیا ہو (یعنی حلق میں ٹپکانا یا ناک کے ذریعے پیٹ میں اتارنا معتبر نہیں ہو گا)۔

تیسری شرط یہ ہے کہ اس دودھ میں پانی، دوا یا بکری وغیرہ کا دودھ نہ ملایا گیا ہو۔ اسی طرح کسی اور عورت کا دودھ بھی اس میں ملا ہوا نہ ہو اور کھانے کی کوئی جامد چیز بھی اس میں نہ ملائی گئی ہو۔ چنانچہ اگر اس میں ایسی کوئی چیز ملائی گئی ہو اور اسے آگ پر پکایا گیا ہو تو پھر بالاتفاق اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ کے موقف کے مطابق اگر اس کو آگ پر نہ بھی پکایا گیا ہو تب بھی اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی، خواہ اس کھانے کی چیز کی مقدار کم ہو یا زیادہ، جو اس میں ملائی گئی ہو۔ کیونکہ جب کوئی جامد چیز مائع میں ملائی جاتی ہے تو وہ

---

[1] صحیح البخاری: ٦١٢٤

بھی مانع ہی بن جاتی ہے۔[1]

⑩ مجلس الأوروبی للإفتاء والبحوث(European Council for Fatwa and Research)نے عالمِ اسلام میں مِلک بینک کے قیام اور فروغ کی روک تھام کے متعلق انٹر نیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کی طرف سے پیش کردہ قرارِ داد پر نظر ثانی کی اپیل کی اور قائلین حرمت کے رد میں رسالہ لکھا اور آخر میں لکھا کہ:

اس بارے میں ہمارا نقطہ نظر ڈاکٹر یوسف القرضاوی، الشیخ عبد اللطیف حمزہ اور الاستاذ مصطفی الزرقا رحمۃ اللہ علیہم کی رائے کے موافق ہی ہے (یعنی ہم بھی اس کے جواز ہی کا فتوی دیں گے) کیونکہ اس کے فوائد بہت عظیم ہیں اور حیات انسانی کے تحفظ کے لیے مِلک بینک کی خدمات بھی قابل تحسین ہیں۔ پھر ایسے مراکز سے بچوں کو دودھ پلانے سے حرمت کا وقوع بھی نہیں ہوتا کیونکہ اس میں نہ تو دودھ پلانے والی عورت معلوم ہوتی ہے اور نہ رضاعت کی تعداد کے متعلق کچھ علم ہوتا ہے۔[2]

نتائجِ بحث

تفصیلی بحث کے بعد نتیجتاً یہ بات سامنے آتی ہے کہ مِلک بینک کے معاملے میں شریعت کا لحاظ رکھا جائے گا اور شرعی لحاظ سے مِلک بینک رضاعت کی شروط پر پورا نہیں اترتا، مثلاً اس میں:

① عددِ رضعات کی معرفت معدوم ہے

② دودھ مختلط ہے

③ مرضعات نامعلوم ہیں

④ دودھ چھاتی سے بھی نہیں پیا گیا

لہٰذا مِلک بینک سے انتفاع پر رضاعت سے ہونے والی تحریم کے احکام مرتب نہیں ہوں گے اور مِلک بینک سے حرمت ثابت نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

---

۱ جريدة الاهرام المصرية، تاريخ::۲۳/ ۰۸/ ۱۹۸۳؛ تاريخ:۲۹/ ۰۸/ ۱۹۸۳

۲ بنوک الحليب وعلاقتها باحكام الرضاع :۲٤

مساجد میں غیر مسلم کو اپنی عبادت کی اجازت دینے کا مسئلہ

حافظ محمد طاہر

کچھ عرصہ پہلے فیصل آباد کی تحصیل جڑانوالہ میں ایک عیسائی شرپسند نے قرآن مجید کے اوراق جلائے، مسلمانوں کو خبر ہوئی تو ان کا طیش میں آنا ایک فطری بات تھی، البتہ انہوں نے قانونی راستہ اختیار کرنے کی بجائے عیسائی کمیونٹی سے اس کا بدلہ لینے کا پروگرام بنالیا، ان کے گرجوں اور بعض گھروں کو آگ لگادی، جس سے کافی مالی نقصان ہوا لیکن فریقین جانی نقصان سے بچ گئے۔ الحمد للہ علی ذلک

گرجا گھر جلنے کے سبب کرسچن کمیونٹی کو ہفتہ وار سروس (عبادت) کرنے کا مسئلہ درپیش تھا، تو وہاں کی ایک اہل حدیث مسجد کی انتظامیہ نے رواداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے عیسائی کمیونٹی کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی پیش کش کردی، جس پر علماء کرام میں یہ بحث چھڑ گئی کہ آیا غیر مسلم (اہل کتاب) کو مسجد میں عبادت کی اجازت دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ بعض لوگ اس حق میں تھے اور بعض اس کے خلاف ہیں۔ جائز کہنے والوں کی دلیل یہ تھی کہ موجودہ حالات ایسی ہی رواداری کا تقاضا کرتے ہیں، مزید یہ کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ نجران سے عیسائی علماء کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، جس کا تذکرہ سورۃ آل عمران میں موجود ہے، اراکین وفد کئی دنوں تک مدینہ میں رہے، اتوار کے دن انہیں اپنی عبادت کرنی تھی تو نبی ﷺ نے انہیں مسجد نبوی میں عبادت کرنے کی پیش کش کی، یا دوسری روایت کے مطابق انہوں نے از خود عبادت شروع کی لیکن رسول اللہ ﷺ نے منع نہیں کیا۔ دوسرے گروہ کا موقف یہ تھا کہ ان کی عبادت میں شرکیہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اس لیے انہیں مساجد میں عبادت کرنے کی پیش کش کرنا درست نہیں ہے اور مذکورہ بالا روایت سنداً ثابت نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام مسلمانوں کو اپنی الگ شناخت قائم رکھنے کا حکم دیتا ہے، لہٰذا مستقل طور پر مسلمانوں کا غیر مذہب کی عبادت گاہوں میں عبادت کی غرض سے جانا یا ان کا اس مقصد کے لیے مسجد کو استعمال کرنا قطعاً درست نہیں ہے، لیکن عارضی طور پر ایمرجنسی والے حالات میں ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ اس کی اجازت دیتے ہیں اور سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ آل شیخ کی رائے کے مطابق کسی خاص مصلحت پر ہی کافروں کو مساجد میں

عبادت کی اجازت دی جاسکتی ہے، جیسا کہ نجرانی عیسائیوں کے مسجد نبوی میں اپنی عبادت کرنے کے واقعہ سے علماء کرام نے استدلال کیا ہے۔ اس روایت کو سنداً ضعیف قرار دے کر ردّ کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ محدثین کا مشہور اصول ہے کہ تاریخ، سیرت اور اخلاقیات کے باب میں آنے والی روایت کے لیے وہ شروط نہیں ہیں جس قدر سخت شروط روایاتِ احکام کے لیے ہیں۔ اس روایت کا تعلق بھی سیرت اور تاریخ سے ہے، یہی وجہ ہے کہ امام ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ سمیت کئی آئمہ نے اسے قبول کیا ہے۔

البتہ اس طرح کی اجازت دینے سے پہلے وہاں کے ماحول کو ضرور دیکھ لینا چاہیے، جیسا کہ ڈاکٹر حافظ محمد زبیر صاحب حفظہ اللہ (ماہنامہ محدث کے مدیر) نے نقطہ اٹھایا کہ مسلمان جماعتوں کے مقابلے میں اہل حدیث خود اقلیت میں ہیں، اس طرح کی پیش کش کے نتیجہ میں گرجاگروں کو آگ لگانے والے جوشیلے گروہ اہل حدیث مساجد پر بھی حملہ آور ہوسکتے ہیں۔ مفتی جماعت شیخ عبد الستار حماد حفظہ اللہ نے بڑی صائب رائے پیش کی کہ ایسی صورتحال میں عیسائی کمیونٹی کو عبادت کے لیے مسجد سے ہٹ کر شادی ہال جیسی عمارت لے کر دی جاسکتی ہے۔

مضمون نگار کا ذاتی رجحان اگرچہ نفی اور انکار کی طرف ہے، لیکن درست بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ غیر مسلم کا مستقل طور پر مسجد میں اپنی عبادت انجام دینا دست نہیں ہے، اور مسجد میں ان کے دخول کو قطعی ممنوع سمجھنا بھی غلط ہے، ہاں حالات کے تقاضے کے مطابق عارضی طور پر اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ (ادارہ محدث)

مساجد، شعائرِ اسلام میں سے ہیں، روئے زمین پر مقدس ترین جگہیں اور اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین مقامات ہیں۔ ان کی تعمیر کا مقصد خالص عباداتِ الٰہی بجالانا ہے، دنیا میں آج ایک طرف مادہ پرستی، بے عملی و بد عملی کا دور ہے اور دوسری طرف مختلف ادیان کو ماننے والے عبادت کے نام پر باطل و خود ساختہ طریقۂ عبادت اور غیر اللہ کی پوجا میں مگن ہیں، وہاں یہ مساجد توحید و سنت کے درخشندہ ستارے اور اسلام کے روشن مینار ہیں کہ جن سے نورِ ایمان کی روشنی چہار سو پھیلتی ہے اور ذکر الٰہی بلند کیا جاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ﴾[النور: ٣٦]

”(یہ) ان گھروں (مساجد) میں ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان میں اللہ کا نام بلند کیا جائے اور اس کا ذکر کیا جائے ان (مساجد) میں صبح و شام ایسے لوگ اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔“

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں پیشاب کرنے والے اعرابی سے فرمایا تھا:

«إِنَّ هٰذِهِ الْمَسَاجِدَ لَا تَصْلُحُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا الْبَوْلِ وَلَا الْقَذَرِ، إِنَّمَا هِيَ لِذِكْرِ اللهِ عَزَّ

وَجَلَّ، وَالصَّلَاةِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ»[1]

”یہ مساجد اس طرح پیشاب یا گندگی پھیلانے کے لیے نہیں ہیں، یہ تو بس اللہ تعالیٰ کے ذکر، نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔“

یعنی مساجد کی تعمیر کا مقصد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کا ذکر، نماز اور قراءت قرآن ہے اور یہی ان کے قیام کی غرض وغایت اور مطلوب ومقصود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰۤىِٕكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝۱۸﴾[التوبة: ۱۸]

”اللہ کی مساجد کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان لاتے ہیں، نماز پڑھتے، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ امید ہے یہی لوگ ہدایت یافتہ لوگوں میں (داخل) ہوں“

مزید ایک مقام پر فلسفہ جہاد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا﴾ [الحج: ٤٠]

”اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو (راہبوں کے) صومعے، (عیسائیوں کے) گرجے، (یہودیوں کے) عبادت خانے اور مسجدیں جن میں خدا کا بہت زیادہ ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں۔“

اس کے علاوہ قرآن مجید میں جہاں بھی مساجد کا تذکرہ ہوا ہے وہاں ان میں اللہ کا بکثرت ذکر کرنے کا لازماً تذکرہ ہوا ہے۔ اس کے علاوہ ایک جگہ پر واشگاف الفاظ میں مساجد کے اندر غیر اللہ کی پکار سے منع کیا گیا ہے، فرمایا:﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝۱۸﴾. [الجن: ۱۸]

”اور یہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے خاص ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

یہ آیتِ کریمہ صریح نص ہے کہ مساجد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہیں، یہاں دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے مطابق ہی اقوال وافعال کی اجازت ہے، دیگر ادیان چاہے اہلِ کتاب ہی کیوں نہ ہوں ان کی عبادات سے انہیں پاک رکھا جائے گا۔

لہٰذا اگر مساجد میں غیر اللہ کی عبادت کی جائے یا اسلام کے علاوہ کسی دوسرے دین کے پیروکار بھی عبادت

---

۱ صحیح مسلم: ۶۶۱/ ۲۸۵

کریں جو کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد سراسر کفر ہے تو یہ مساجد کے اصل مقصد کی خلاف ورزی ہو گی۔ نیز یہ کہ جب مساجد میں ظاہری نجاست سے رسول اللہ ﷺ نے منع کر دیا ہے تو باطنی نجاسات یعنی کفریہ و شرکیہ افعال کا ارتکاب مساجد میں بالاولیٰ منع ہو گا۔

امام قتادہ بن دعامہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷ھ) مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

« كَانَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَىٰ إِذَا دَخَلُوا كَنَائِسَهُمْ وَبِيَعَهُمْ أَشْرَكُوا بِاللهِ، فَأَمَرَ اللهُ نَبِيَّهُ أَنْ يُخْلِصَ لَهُ الدَّعْوَةَ إِذَا دَخَلَ الْمَسْجِدَ»[1]

”یہود و نصاریٰ جب اپنے کلیساؤں اور عبادت گاہوں میں جاتے تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ جب مسجد میں جائیں تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکاریں۔“

اسی طرح امام ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

«إنّ اليهود والنصارى إذا دَخلوا بِيَعهم وكنائسهم أشركوا بربّهم، فأمَرهم أن يُوَحِّدوه»[2]

”یہود و نصاریٰ جب اپنے گرجا گھروں اور معبد خانوں میں جاتے تو اپنے رب کے ساتھ شرک کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کاربند رہیں۔“

نیز حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ (۷۹۵ھ) فرماتے ہیں:

«فالجمع بين فعل الصلاة التي وضعت لأجلها المساجد، بين الكفر المفعول في الكنائس في بقعة واحدة أولى بالنهي عنه، فكما أنهم لا يُمكّنون من فعل عباداتهم في المساجد ، فكذا لا ينبغي للمسلمين أن يصلوا صلواتهم في معابد الكفار التي هي موضع كفرهم »[3]

”نماز کہ جس کے لیے مساجد بنائی گئی ہیں اس کی ادائیگی اور کلیساؤں (چرچوں) میں کیے جانے والے

---

۱ تفسير عبد الرزاق: ۳/ ۳۵۴، جامع البيان للطبري: ۲۳/ ۳۴۱ وسنده صحيح ، امام شمس الدین قرطبی (۶۷۱ھ) نے اس قول کو امام مجاہد تابعی سے نقل کیا ہے۔ (الجامع لأحكام القرآن: ۱۹/ ۲۲)

۲ الدر المنثور للسیوطی: ۸/ ۳۰۶

۳ فتح الباري لابن رجب: ۳/ ۲۴۳

کفر کو ایک ہی جگہ جمع کر دینا ممنوع ہونے کے زیادہ لائق ہے۔ لہٰذا جس طرح کفار کو اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ اپنی عبادات مساجد میں ادا کریں اس طرح مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ کفار کے عبادت خانوں میں جو کہ کفر کا گڑھ ہیں وہاں اپنی نماز نہ ادا کریں۔"

یہاں پر اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اسلامی ریاست میں اگرچہ غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی آزادی ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود مسلمان عوام اور نسلِ نو کے دین کی حفاظت اور ان کے فتنے میں پڑنے سے حفظِ ماتقدم کے طور پر انہیں اپنی عبادات علی الاعلان کرنے یا اپنے مقدسات کو ظاہر و عام کرنے سے روکا گیا ہے، اسی لیے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نصاریٰ (عیسائیوں) سے معاہدہ کرتے وقت جو شروط رکھی تھیں، ان میں سختی کے ساتھ تنبیہ تھی کہ وہ اپنی عبادت کو چھپا کر رکھیں گے، چنانچہ اس میں شرط تھی:

«أَنْ لا نَضْرِبَ نَوَاقِيسَنَا إِلا ضَرْبًا خَفِيفًا فِي جَوْفِ كَنَائِسِنَا، وَلا نُظْهِرَ عَلَيْهَا صَلِيبَنَا، وَلا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا فِي الصَّلاةِ، وَلا الْقِرَاءَةِ فِي كَنَائِسِنَا فِيمَا يَحْضُرُهُ الْمُسْلِمُونَ، وَأَنْ لا نُخْرِجَ صَلِيبَنَا وَلا كِتَابَنَا فِي سُوقِ الْمُسْلِمِينَ»[1]

"ہم اپنے ناقوس پست وہلکی آواز میں اپنے کلیساؤں کے اندرونی حصے میں بجائیں گے، اپنی صلیب ظاہر نہیں کریں گے، مسلمانوں کی موجودگی میں اپنے چرچ میں بھی اپنی عبادت و قراءت کی آواز بلند نہیں کریں گے، اپنی صلیب اور کتاب مسلمانوں کے بازار میں نہیں لائیں گے۔"

ان شروط پر علمائے امت مثلاً حافظ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے[2]۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اس معاہدے اور اس پر مسلمانوں کے اجماع سے معلوم ہوا کہ مسلم ریاست میں یہود و نصاریٰ عبادت صرف اپنی عبادت گاہوں میں کریں گے لہٰذا مساجد کے دروازے ان کے لیے کھولنا اور ان میں اپنی باطل و شرکیہ عبادت کو سر انجام دینے کے مواقع فراہم کرنا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ بالا معاہدے میں ملحوظ رکھی گئی حکمت کے بھی خلاف ہے اور ہماری آئندہ نسل کے لیے خطرے کا باعث بھی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ بعض اہلِ علم جیسے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے وفدِ

---

١ أحكام أهل الذمة والردة للخلال: ١٠٠٠؛ معجم ابن الأعرابى : ٣٦٥، السنن الكبرى للبيهقى : ٩/ ٣٣٩

٢ مراتب الإجماع : ١١٥، إقتضاء الصراط المستقيم : ١/ ٣٦٣

نجران کے مسجد نبوی میں عبادت کرنے کے کتبِ سیرت میں وارد شدہ واقعے کو صحیح قرار دیا[1] اور اس کی بنیاد پر اس معاملے میں جواز کی رائے اپنائی ہے، انہوں نے بھی بامر مجبوری اور کسی عارضی ضرورت کے پیشِ نظر ہی اس کی اجازت دی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

«وفيها: تمكين أهل الكتاب من صلاتهم بحضرة المسلمين وفي مساجدهم أيضًا إذا كان ذلك عارضًا، ولا يمكَّنون من اعتياد ذلك»[2]

"اس قصے سے مسلمانوں کی مساجد اور ان کی موجودگی میں اہلِ کتاب کو عبادت کی اجازت دے دینا بھی ثابت ہوا، جب یہ عارضی طور پر ہو اور انہیں مستقل عادت بنانے کی اجازت نہ دی جائے۔"

لیکن جس روایت کو یہاں بنیاد بنایا جاتا ہے وہ عام کتبِ احادیث واحکام میں وارد نہیں ہوئی، بلکہ بعض مؤرخین ومفسرین نے اسے معضل ومنقطع اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کی تین بنیادی اسانید ہیں:

پہلی سند

«قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، قَالَ: لَمَّا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ الله صلى الله عليه وسلم الْمَدِينَةَ... »[3]

یہ سَند معضل یعنی سخت منقطع ہے، محمد بن جعفر بن زبیر اتباع تابعین میں سے ہیں ان کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت منقطع ہوتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک تو کم از کم دو راویوں کا واسطہ ہوتا ہے، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں طبقہ سادسہ میں ذکر کیا ہے کہ جن کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات نہیں ہے[4]۔ ان کی روایت صحابہ سے مرسل ہوتی ہے[5]۔ لہٰذا ان کا بلاواسطہ عہد نبوی کا یہ واقعہ بیان کرنے میں صریح انقطاع ہے۔

دوسری سند

علامہ ابواسحاق ثعلبی نے اسے یوں روایت کیا ہے: «أحمد بن نصر، ثنا يوسف بن بلال، عن محمّد

---

۱ احکام اهل الذمة: ۱/ ۲٦۲

۲ زاد المعاد: ۳/ ۸۰٦

۳ سيرة ابن هشام: ۱/ ۵۷٤، تفسير طبرى: ۵/ ۱۷۲، تفسير ابن المنذر: ۱/ ۱۰۹

۴ تقريب التهذيب: ۵۷۸۲

۵ تحفة التحصيل لابن العراقى: ۲۷۵

بن مروان، عن الكلبي... »

یہ سند کئی ایک وجوہات کی بنا پر سخت ضعیف ہے، مثلاً احمد بن نصر اور یوسف بن بلال کی کوئی توثیق نہیں ملتی، اور محمد بن مروان سدی اور محمد بن سائب الکلبی دونوں متہم بالکذب راوی ہیں۔ اس سند میں انقطاع بھی ہے۔

تیسری سند

علامہ ثعلبی رحمۃ اللہ علیہ نے ہی اسے یوں روایت کیا ہے: «أحمد بن محمَّد بن منصور، ثنا أحمد بن إسحاق بن إبراهيم، ثنا الحسن بن محمَّد بن موسى، عن عمار بن الحسن، عن عبد الله بن أبي جعفر الرازي، عن أبيه، عن الربيع بن أنس ... »

یہ سند بھی کئی وجوہ سے ساقط الاعتبار ہے:

احمد بن محمد بن منصور، احمد بن اسحاق بن ابراہیم اور حسن بن محمد بن موسیٰ تینوں غیر معروف راوی ہیں، ان کی توثیق نہیں ملتی، عیسی بن ابی عیسی ابو جعفر رازی سیّء الحفظ ہیں اور ان کی ربیع بن انس سے بیان کردہ روایت مضطرب ہوتی ہے[1]۔ نیز ربیع بن انس تابعی صغیر ہیں اور اس روایت کو مرسل بیان کر رہے ہیں۔

کئی ایک علماء نے اس قصے پر ضعف کا حکم لگایا ہے، چنانچہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«هذا منقطع ضعيف، لا يحتج بمثله »[2]

"یہ ضعیف و منقطع ہے، اس جیسی روایت کو دلیل نہیں بنایا جاتا۔"

اسی طرح زاد المعاد کے محققین، ابن اسحاق والی روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

«رجاله ثقات، لكنه منقطع»[3] "سند کے راوی ثقہ ہیں لیکن یہ سند منقطع ہے۔"

شیخ محمد ضیاء الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«وأما قصة صلاة وفد نجران في مسجد رسول الله ﷺ....فهو ضعيف»[4]

"رہا وفدِ نجران کا مسجد نبوی ﷺ میں نماز پڑھنے کا قصہ۔۔۔ تو وہ ضعیف ہے۔"

---

۱ الثقات لابن حبان: ٤/ ٢٢٨

۲ فتح الباري : ٣/ ٢٤٤

۳ زاد المعاد : ٣/ ٥٥٠

۴ الجامع الكامل : ٨/ ٧٦١

مذکورہ بالا واقعہ کی واحد دلیل یہ روایت سنداً ضعیف و منقطع ہونے کے ساتھ درایۃً بھی درست نہیں کیوں کہ یہ مذکورہ بالا قرآنی آیات کے صریح مخالف ہے کہ جن میں مساجد میں غیر اللہ کی عبادت سے روکا اور اہلِ کتاب کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور ان صحیح احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں عیسی علیہ السلام کے صلیب توڑنے کا ذکر ہے۔

یہاں منکرینِ حدیث کے لیے بھی قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحیحین کی مستند ترین احادیث قرآن کے خلاف نظر آنے پر ناقابلِ عمل قرار پاتی ہیں، لیکن یہاں واضح قرآنی آیت کے خلاف خبرِ واحد جو تاریخی، منقطع و معضل سند سے ہے درایتاً بھی درست نہیں اسے مذہبی رواداری کے نام پر پیش کیا جا رہا ہے۔

صورت حال کا تجزیہ

آخر میں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص واقعے کے پسِ منظر میں سوشل میڈیا پر اس مسئلے کے متعلق جو بعض آراء سامنے آئی ہیں، ان کا مختصراً تجزیہ بھی پیش کر دیا جائے تاکہ کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

پہلی رائے یہ سامنے آئی کہ موجودہ عالمی صورت حال اور مسلمانوں کے رواداری کے تاثر کو سامنے رکھتے ہوئے اس مسئلے کو مصالح عامہ کی نظر سے دیکھنا چاہیے، اس وقت اسلام کی جو تصویر دنیا میں پیش کی جا رہی ہے اور مسلمانوں کو تشدد پسند ظاہر کر کے لوگوں کو اسلام سے متنفر کیا جا رہا ہے، دشمنانِ اسلام کی طرف سے مسلمانوں کے چہرے سے ڈالی گئی اس گرد کو صاف کرنے اور اس غلط پروپیگنڈا کے منفی اثرات کو زائل کرنے کی خاطر کچھ خاص وقت کے لیے غیر مسلموں کو مساجد میں داخلے کی اجازت دینا اچھا پیغام پہنچائے گا، مظلوم غیر مسلموں کی تالیف قلبی اور اسلام سے قرب کا باعث بنے گا۔

اگر موجودہ عالمی صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی، وجہ یہ ہے کہ اگر اس فعل کے مفاسد دیکھے جائیں تو معلوم ہو گا کہ اس کے مفاسد اس کے مصالح سے بڑھ کر ہیں، لبرلز اور سیکولرز لوگ پہلے سے ہی پوری قوت کے ساتھ وحدتِ ادیان اور تقارب ادیان کی کوششوں میں مگن ہیں، وہ اس سعی میں ہیں کہ ملت ابراہیمی کے نام پر اسلام، یہودیت اور نصرانیت کو ملا کر ایک دین بنا دیا جائے اور بیت ابراہیمی کے نام پر ان کے لیے مشترکہ عبادت گاہیں بنا دی جائیں۔ کئی علاقوں میں باقاعدہ اسلام کے تشخص کو نقصان پہنچانے کے لیے اس پر عمل درآمد بھی ہو چکا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی نسل نو کی فکری بے راہ روی کے لیے ایسے اقدامات اب نہ سہی مستقبل میں خطرناک حد تک نقصان دہ ہیں۔

یاد رہے کہ کسی مسئلے میں مصالح و مفاسد کا فیصلہ اتنا آسان نہیں بلکہ مصالح و مفاسد میں موازنہ کرتے وقت دو شرطیں لازم اور اہم ہیں: مصالح و مفاسد کا برابر ہونا اور مصلحت کا شرعی ہونا۔ جبکہ یہاں دونوں مفقود

ہیں، کفار سے خیر سگالی کوئی شرعی مصلحت نہیں اور نہ ہی یہ مصالح اوپر بیان کردہ مفاسد کے برابر ہیں بلکہ فساد کا پلڑا زیادہ وزنی ہے۔ لیکن اگر بر سبیل تنزل مصالح ومفاسد کا موازنہ بھی کیا جائے تو معروف قاعدہ ہے:

«دفع المفاسد أولى من جلب المصالح »"مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول پر مقدم ہے۔"

ایک دوسری رائے ہے کہ مسلمان فرقوں میں سے بعض کے افعال شرک پر مبنی ہوتے ہیں تو جب انہیں مساجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا تو اسی اصول پر اگر غیر مسلموں کو اجازت دی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟

یہ رائے بھی کسی ٹھوس بنیاد پر قائم نہیں، کیونکہ کسی کلمہ گو مسلمان کو جو اہلِ قبلہ میں سے ہے اور کسی شرکیہ فعل کا مرتکب ہے، وہ اصولاً مسلمان شمار ہوتا ہے کیونکہ اس کی تکفیر معین شروط و موانع کی محتاج ہوتی ہے اسے دینِ اسلام کے منکر اور ادیانِ باطلہ و محرفہ کے حاملین سے ملا دینا نہایت درجے کی بے اصولی ہے۔

اسی طرح بعض لوگ غیر مسلموں کے مساجد میں داخلے اور ان کا مسجد میں آکر عبادت کرنے کے درمیان فرق نہیں کرسکے اور غیر مسلموں کے مسجد میں داخلے کے عمومی دلائل اور اس پر عرب علماء کے فتاویٰ جات کو مساجد میں عبادت کے جواز پر پیش کرنا شروع کر دیا حالانکہ یہ بات اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ غیر مسلم مسجد میں داخل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ یہ الگ بحث ہے جو فقہاء کے ہاں معروف و معلوم ہے۔ جبکہ زیر بحث مسئلہ ان کے مسجد میں آکر اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے سے متعلق ہے، یہ بالکل الگ مبحث ہے۔

خلاصۂ کلام

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ مساجد خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے ہیں اور راجح موقف یہی ہے کہ ان میں کفار کو اپنی عبادات یا مذہبی سرگرمیاں سرانجام دینے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں بطورِ خلاصہ مفتی جماعت، حافظ عبد الستار الحماد حفظہ اللہ کی رائے نقل کر دی جائے وہ فرماتے ہیں: ہماری مساجد میں غیر اللہ کی پوجا پاٹ تو نہیں ہونی چاہیے، نہ کسی کو دعوت دی جائے اور نہ وہ خود آکر ہماری مساجد میں غیر اللہ کی پوجا پاٹ کریں، یہ جو عیسائیوں کا معاملہ ہے جب ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا قبلہ ہی الگ ہے۔۔۔ لہٰذا عیسائیوں کے بارے میں ہم یہ نرم گوشہ رکھیں کہ ان کو اپنی مساجد میں آنے کی دعوت دیں یا وہ انفرادی طور پر آئیں اور اپنے دین باطل کی آبیاری یا نشوونما ہماری مسجد میں آکر کریں تو اس کی اجازت تو کسی صورت میں نہیں ہونی چاہیے۔۔۔ اگر کسی نے کوئی رواداری کرنی ہے تو وہ مسجد سے کوئی الگ جگہ لے کر دے دے تاکہ جب تک ان کا عبادت خانہ یا گرجا تعمیر نہیں ہوتا، اس وقت تک وہ اپنے طریقہ کے مطابق عبادت کرتے رہیں لیکن اپنی مساجد میں انہیں آنے کی دعوت دینا یا کوئی غیر مسلم انفرادی طور پر مسجد میں آکر عبادت کرتا ہے تو اس کی بھی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔

عید غدیر

غلام مصطفی ظہیر امن پوری

عید غدیر کے نام سے شیعہ ۱۸ ذوالحجہ کو ایک عید مناتے ہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ غدیر خُم کے مقام پر نبی کریم ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

«مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِيٌّ مَوْلَاهُ »

"جس کا میں مولا ہوں، اس کا علی مولا ہے۔"

اس فرمان نبوی کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کے ثبوت پر پیش کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا اہل بیت میں کسی فرد بشر نے اس فرمان نبوی کو خلافت علی رضی اللہ عنہ کے ثبوت پر بطور دلیل پیش نہیں کیا، چہ جائیکہ کہ اسے خلافت بلا فصل پر دلیل بنایا جائے!

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

مَنْ صَامَ يَوْمَ ثَمَانِ عَشْرَةَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ كُتِبَ لَه صِيَامُ سِتِّينَ شَهْرًا، وَهُوَ يَوْمُ غَدِيرِ خُمٍّ لَمَّا أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، فَقَالَ : أَلَسْتُ وَلِيَّ الْمُؤْمِنِينَ؟، قَالُوا: بَلٰى يَا رَسُولَ اللهِ ، قَالَ:« مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ أَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ، فَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ﴾[1]

"جس نے اٹھارہ ذوالحجہ کا روزہ رکھا، اس کے نامہ اعمال میں ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے، وہ غدیر خم کا دن تھا، رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کا دوست نہیں ہوں، صحابہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! کیوں نہیں، ضرور۔ تو آپؐ نے فرمایا: جس کا میں دوست ہوں، علی بھی اس کا دوست ہے، اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ و فرمایا: واہ اے ابن ابی طالب! آپ نے اس حال میں صبح کی کہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے دوست

١ تاريخ بغداد للخطيب:٨/ ٢٩٠، الأمالي للشّجري : ٤٢ ,١٤٦ ,١/٢٥٩.

ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ۔

تبصرہ

یہ روایت ضعیف ومنکر ہے۔ اس میں

① علی بن سعید رملی "ضعیف" ہے۔ اسے امام دار قطنی نے "ضعیف" کہا ہے۔[1]

② مطر بن طہمان ابو رجاء وراق اگرچہ صدوق ہے، مگر اس کے حافظہ میں کمزوری تھی۔ ممکن ہے کہ اس روایت میں اس کا حافظہ اثر انداز ہو گیا ہو۔ اہل علم نے اس کے حافظہ پر کلام کیا ہے۔ مثلاً:

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

«كَانَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ يُشَبِّهُ مَطَرَ الْوَرَّاقَ بِابْنِ أَبِي لَيْلَى فِي سُوءِ الْحِفْظِ»[2]

"امام یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ مطر وراق کو سیء الحفظ ہونے میں ابن ابی لیلیٰ کے مشابہ قرار دیتے تھے۔"

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اسے "ردیء الحفظ"[3]، حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "کثیر الخطا"[4] قرار دیا ہے۔

③ شہر بن حوشب "کثیر الارسال والاوہام" ہے[5]۔

اس حدیث کے بارے میں

④ حافظ جورقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«هٰذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ»[6] "یہ حدیث باطل ہے۔"

⑤ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَجُوزُ الِاحْتِجَاجُ بِهِ»[7]

---

۱ من تكلم فيه الدارقطني لابن زُرَيق : ۲/ ۹۳

۲ العِلل ومعرفة الرجال : ۸۵۲

۳ مشاهير علماء الأمصار، ص ۱۵۳

۴ تقريب التهذيب : ٦٦٩٩

۵ تقريب التهذيب لابن حَجَر : ۲۸۳۰

۶ الأباطيل والمَناكير :۲/ ۳٦۷

۷ العِلل المُتناهية :۱/ ۲۲۳

"اس حدیث سے حجت لینا جائز نہیں۔"

⑥ حافظ ابن دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

« هٰذَا حَدِيثٌ لَا يَصِحُّ »[1] "یہ حدیث ثابت نہیں۔"

⑦ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ جِدًّا»[2] "یہ حدیث سخت منکر ہے۔"

⑧ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یہ روایت منکر، بلکہ جھوٹ ہے، کیونکہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ روایت کہ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ جمعہ کے روز عرفہ میں نازل ہوئی، کے خلاف ہے۔ اسی طرح اٹھارہ (۱۸) ذی الحجہ غدیر خم کا روزہ جو ساٹھ ماہ کے روزوں کے برابر ہے، بھی غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہیں تو پھر بتایئے، ایک دن کا روزہ ساٹھ ماہ کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے، ہمارے شیخ حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ساٹھ مہینے والی روایت ذکر کرنے کے بعد اسے سخت 'منکر' کہا ہے، اس روایت کو حبشون خلال اور احمد بن عبداللہ بن احمد نیری (کلاھما صدوق) نے علی بن سعید رملی عن ضمری کی سند سے بیان کیا ہے۔ یہ روایت سیدنا عمر فاروق، سیدنا مالک بن حویرث، سیدنا انس بن مالک اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نہایت کمزور اور ضعیف اسناد سے مروی ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ من کنت مولاہ فعلی مولاہ تو یقینا رسول اللہ کا فرمان ہے: اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ کا اضافہ بھی مضبوط سند سے مروی ہے، رہا روزے کا مسئلہ، تو یہ بالکل درست نہیں اور اللہ کی قسم یہ آیت بھی غدیر خم کے دن نازل نہیں ہوئی، یہ تو غدیر خم سے کئی دن پہلے یوم عرفہ میں نازل ہو چکی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔"[3]

⑨ حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو "ضعیف" قرار دیا ہے[4]۔

---

۱ أداء ما وجب:٤٩

۲ البِداية والنّهاية لابن كثير :٧/ ٦٨٠

۳ البداية والنّهاية:٥/ ٢١٤

۴ الدر المنثور:٢/ ٤٥٧، وفي نسخة :٣/ ١٩

خلافت بلا فصل اس سے ثابت نہیں

اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت نہیں ہوتی، بالفرض مان لیں کہ اس آیت سے خلافت علی رضی اللہ عنہ ثابت ہوتی ہے، تو خلافت ہم بھی مانتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسلام کے چوتھے خلیفہ ہیں۔ خلیفہ بلا فصل والی بات پھر بھی ثابت نہیں ہوتی۔

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

« لما نصب رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عليا بغدير خم فنادى له بالولاية هبط جبريل عليه السلام عليه بهذه الاية: { اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا} [المائدة : ٣]»[1]

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر علی رضی اللہ عنہ کو کھڑا کر کے ان کی ولایت کا اعلان فرمایا، تو سیدنا جبریل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے: ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾[المائدة : ٣] آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے، تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔“

تبصرہ

یہ جھوٹی روایت ہے۔

① یحییٰ بن عبد الحمید حمانی ضعیف ہے۔

حافظ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: « ضَعَّفَهُ الْجُمْهُوْرُ »[2] ”جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔“

حافظ ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

« ضَعَّفَهُ الْأَكْثَرُوْنَ »[3] ”اسے اکثر محدثین نے ضعیف کہا ہے۔“

② ابو ہارون عمارہ بن جوین عبدی کذاب اور متروک ہے۔

---

١ تاريخ دِمَشق لابن عساكر :٤٢/ ٢٣٧

٢ البدر المنير :٣/ ٢٢٤

٣ فيض القدير للمَناوي :٦/ ٦٩

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: «مُضَعَّفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ»[1]

"ائمہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔"

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: «اَلْأَكْثَرُ عَلٰى تَضْعِيْفِه أَوْ تَرْكِه»[2]

"اکثر محدثین کے نزدیک ضعیف یا متروک ہے۔"

③ امام حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

«كَذَّابًا يَرْوِي بِالْغَدَاةِ شَيْئًا وَبِالْعَشِيِّ شَيْئًا»[3]

"یہ جھوٹا ہے، گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا تھا۔"

امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم اور امام ابوزرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہم نے اسے ضعیف کہا ہے۔

④ امام شعبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

« كنت أتلقى الركبان أيام الجرام أسأل عن أبي هارون العبدي فلما قدم أتيته فرأيت عنده كتابا فيه أشياء منكرة [في علي] فقلت ما هذا الكتاب؟ قال هذا الكتاب حق. »[4]

"میں قافلوں سے ملاقات کر کے ابوہارون عبدی کے بارے میں پوچھا کرتا، جب وہ آیا، میں نے اس کے پاس ایک کتاب دیکھی، جس میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منکر روایتیں تھیں، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ کتاب حق ہے۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ[5] اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ[6] نے اسے "متروک الحدیث" ور امام جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ[7] نے

---

١ تفسير ابن كثير :٣/ ٢١

٢ ميزان الاعتدال:٣/ ١٧٣

٣ الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم :٦/ ٣٦٤

٤ الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم :٦/ ٣٦٣، وسنده صحيحٌ كالشمس

٥ سوالات ابن هاني : ٢٢٧٠

٦ كتاب الضّعفاء والمتروكين : ٤٧٦

٧ أحوال الرّجال : ١٤٦

اسے ”جھوٹا، افترا باز“ قرار دیا۔ اس پر اس کے علاوہ بھی ڈھیروں جروح ہیں۔ یہ غالی شیعہ تھا۔

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ یہ آیت کریمہ جمعہ کے دن یوم عرفہ کو نازل ہوئی، غدیر خم کا واقعہ حجۃ الوداع کے بعد مدینے کے راستے میں پیش آیا، نہ کہ یوم عرفہ کو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ آیت غدیر خم کے موقع پر نازل ہی نہیں ہوئی، اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ بلا فصل ہونا بھی ثابت نہیں ہوتا۔

① شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں

”اس مہینے میں ایک حادثہ پیش آیا، جیسا کہ دیگر مہینوں میں بھی بہت سے حادثے پیش آئے۔ لیکن اس کو ایک خاص موسم نہیں بنالیا گیا اور نہ اسلاف ان مہینوں کی تعظیم کرتے ہیں، جیسے ۱۸ ذی الحجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم سے واپسی پر خطبہ دیا، آپ نے اس میں وصیت کی کہ کتاب اللہ کو لازم پکڑیں اور اہل بیت کو لازم پکڑیں، جیسا کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ تو بعض اہل بدعت نے اس میں اضافہ کر دیا، کہنے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر واضح نص ارشاد فرمائی تھی۔ آپ نے ان کا بستر بچھایا، انہیں اونچی جگہ پر بٹھایا اور پھر یہ اہل بدعت ایسا کلام اور عمل بیان کرتے ہیں، جس کے اضطرار سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صحابہ نے یکساں ہو کر یہ نص چھپالی، وصی سے اس کا حق چھین لیا اور فسق و کفر کے مرتکب ہو گئے، سوائے ایک چھوٹی سی جماعت کے۔ تو بنو آدم کی فطرت اور صحابہ کی امانت و دیانت دیکھیں اور یہ دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بیان حق واجب کیا تھا، تو قطعی طور پر یہ پتہ چل جاتا ہے کہ نص وغیرہ چھپالینا ممکن ہی نہیں ہے۔ تو یہاں مسئلہ امامت کا بیان مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ اس دن کو عید بنانا بدعت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں۔ سلف اور اہل بیت میں سے کسی نے اس دن کو عید نہیں بنایا، کیونکہ عید منانا شریعت ہے اور شریعت میں اتباع واجب ہے۔ نئی عید نکالنا درست نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ایام میں کئی خطبے دیئے، کئی عہد کئے، کئی واقعات پیش آئے، جیسے غزوہ بدر، غزوہ حنین، خندق، فتح مکہ، دخول مدینہ، ہجرت وغیرہ کے واقعات ہیں، اسی طرح کئی ایسے خطبے ہیں، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قواعد دین بیان کئے، لیکن ان دنوں میں عید نہیں بنائی گئی۔ یہ نصاریٰ کی سنت ہے، جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو عید بناتے ہیں، یہود کا بھی طریق کار

ہے۔ عید منانا شریعت ہے اور شریعت کی پیروی کی جاتی ہے، دین میں اس چیز کا اضافہ نہیں کیا جاتا، جو اس میں ہے ہی نہیں۔"[1]

④ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) فرماتے ہیں:

«في عَاشُورَاءَ عَمِلَتِ الرَّوَافِضُ بِدْعَتَهِمْ، وَفِي يَوْمِ غَدِيرِ خُمٍّ عَمِلُوا الْفَرَحَ الْمُبْتَدَعَ»[2]

"عاشوراء میں روافض نے بدعات جاری کیں، غدیر خم والے دن وہ عید مناتے ہیں، جو بدعت ہے۔"

③ علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"ہم شعارِ دین میں نئے نئے کام ایجاد کرنے سے روکتے ہیں، جیسا کہ رافضیوں نے "عید الغدیر" کے نام سے تیسری عید گھڑ لی ہے۔ بطور شعار کسی خاص وقت اور ہیئت پر کوئی اجتماع قائم کرنا بدعت ہے، اسی طرح کسی خاص ہیئت اور طریقہ پر مشروع عبادت میں اس خیال سے زائد چیز داخل کر دینا کہ یہ عمومی دلائل سے ثابت ہے، بالکل درست نہیں، کیونکہ عبادات تعبدی ہیں اور ان کے دلائل توقیفی ہیں[3]۔"

④ علامہ مقریزی رحمۃ اللہ علیہ (۸۴۵ھ) لکھتے ہیں:

«اِعْلَمْ أَنَّ عِيدَ الْغَدِيرِ لَمْ يَكُنْ عِيدًا مَّشْرُوعًا، وَلَا عَمِلَه أَحَدٌ مِنْ سَالِفِ الْأُمَّةِ الْمُقْتَدٰى بِهِمْ، وَأَوَّلُ مَا عُرِفَ فِي الْإِسْلَامِ بِالْعِرَاقِ أَيَّامَ مُعِزِّ الدَّوْلَةِ عَلِيِّ بْنِ بَوَيْهِ، فَإِنَّه أَحْدَثَه فِي سَنَةِ اثْنَتَيْنِ وَخَمْسِينَ وَثَلَاثِمِائَةٍ فَاتَّخَذَهُ الشِّيعَةُ مِنْ حِينَئِذٍ عِيدًا»[4]

"یاد رکھئے کہ عید غدیر شرعی عید نہیں ہے، اسلاف امت میں سے کسی نے یہ عید نہیں منائی، حالانکہ وہ قدوہ تھے۔ یہ عید سب سے پہلے اسلام میں معز الدولہ نے عراق کے اندر متعارف کروائی، یہ بدعت اس نے ۳۵۲ھ میں جاری کی، اس وقت سے لے کر آج تک شیعہ یہ عید مناتے ہیں۔"

---

١ اِقتضاء الصّراط المستقيم: ٢/ ١٢٣-١٢٢

٢ البِداية والنِّهاية: ١٥/ ٣١٧

٣ إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام: ١/ ٢٠٠

٤ المَواعظ والاعتبار بذكر الخِطَط والآثار: ٢/ ٢٥٥-٢٥٤

www.kitabosunnat.com magazine.mohaddis.com

CPL No. 49
Vol.55 No. 2
Monthly MUHADDIS Lahore
35866476
35866396

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہرِ ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں

لیکن تعصّبات سے بالاتر رہ کر اِفہام وتفہیم اُمت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

علومِ جدیدہ سے ناواقفیت اور انکارِ انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں

لیکن قدیم علومِ اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دَقیانوس بتانا اُمت کی تباہی کا سبب ہے۔

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اَقدار کے منافی ہے

لیکن دینِ اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیتِ دینی اور غیرتِ اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

تبلیغِ دین اور اشاعتِ اسلام میں حکمتِ عملی کو نظرانداز کردینا مصالحِ دینیہ کے خلاف ہے

لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رَواداری برتنا اور قوانین ومسائلِ اسلامیہ کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کردینے کے مترادف ہے۔

آئین وسیاست سے بیگانہ ہوکر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہوجانا زندگی سے فرار ہے

لیکن جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

جاہل کو دور ہی سے سلام کردینا عبادِ صالحین کے اَوصاف میں داخل ہے

لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

اگر آپ ایسا منصفانہ اور معتدلانہ رویہ پسند کرتے ہیں تو

ماہنامہ محدث لاہور

کا مطالعہ فرمائیے، آپ اس کو ان جملہ صفات ومحاسن سے مزین پائیں گے، اِن شاء اللہ!
کیونکہ اس کے مضامین اسی مخصوص طرزِ فکر کے حامل ہوتے ہیں۔

قیمت فی شمارہ ۱۰۰ روپے
زرِسالانہ ۱۲۰۰ روپے

Designing: AK 0321-4966404